امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 — مورخہ ۲۷؍شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰؍مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار — شمارہ نمبر 12

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ تراویح: رمضان المبارک کا ایک عظیم تحفہ
■ سیرت کا ایک سبق جو بھلا دیا گیا
■ تاریخ مٹانے والوں کو سپریم کورٹ کی پھٹکار
■ سماج اور حکومت نوجوانوں کی فکر کریں
■ موبائل فون کا زیادہ ستعمال..........
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

رمضان: پیغام مؤمنوں کے لیے رحمتوں کا ہے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہر کام کا سیزن اور موسم ہوتا ہے اور اپنے اپنے متعلقہ کاموں کے سیزن کا لوگوں کو انتظار رہتا ہے، کیوں کہ اس کی نفع بخشی سے کاروبار زندگی میں رونق آتی ہے اور سال بھر معاشی زندگی پر اس کے اثرات باقی رہتے ہیں، ایمان والوں کو بھی ایک سیزن کا انتظار رہتا ہے اور وہ سیزن ہے نیکیوں کے موسم بہار کا، جسے ہم رمضان المبارک کے نام سے جانتے ہیں، اس موسم کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ’’**فتحت ابواب السماء ،وغلقت ابواب جهنم ،سلسلت الشياطين**‘‘ (متفق علیہ) شر پھیلانے والی بڑی قوت شیطان کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے، خیر کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، قلب ونظر اور ذہن ودماغ پر اس سیزن کے اثرات خوش کن ہوتے ہیں، خیر کے کاموں کی طرف رجحان بڑھتا ہے اور برائیوں سے فطری طور پر دل میں نفور پیدا ہو جاتا ہے، مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، تلاوت قرآن کریم کی آواز ہر گھر سے آنے لگتی ہے، خیرات وزکاۃ دینے والے، ادارے، تنظیمیں اور افراد کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے آگے آتے ہیں، انسان غریبوں، مسکینوں ہی کے لئے نہیں محلّہ میں اہل ثروت روزہ داروں کے لیے بھی دسترخوان سجاتا ہے؛ کیوں کہ اسے معلوم ہے کہ افطار کا ثواب روزے کے ثواب کے برابر ہے، دسترخوان پر جتنی چیزیں رمضان میں جمع ہو جاتی ہیں اس کا چوتھا حصہ بھی عام دنوں میں دسترخوان پر دیکھنے کو نہیں ملتا، روزہ کو حدیث میں ڈھال کہا گیا ہے اور اس ڈھال کے ذریعہ ایمان والا خیر کو اپناتا اور شر کو چھوڑتا ہے، دھوپ کی تمازت، پیاس کی شدت اور غضب کی بھوک میں بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ عمل رضائے الٰہی کا سبب ہے اور جو ثواب ملے گا اس کا پیمانہ مقرر نہیں ہے، حدیث قدسی ہے: ’’**الصوم لي وانا اجزئ به**‘‘ (صحیحین) روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، عام طور سے نیک اعمال میں ثواب کا فارمولہ ایک پر دس کا ہے، قرآن کریم میں **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا** (الانعام) مذکور ہے یعنی ایک نیکی کیجئے دس پایئے؛ لیکن روزہ ظاہر کے اعتبار سے ایک مخفی عبادت ہے، لیکن بندے کا روزہ کس پائے کا ہے، اللہ ہی جانتا ہے، اس لئے روزہ کے اجر وثواب کا فارمولہ الگ ذکر کیا گیا کہ وہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی اس کے روزے کے اعتبار سے بدلہ عطا فرمائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں ہی اس کا بدلہ ہوں، ظاہر ہے اللہ جس کو مل جائے اسے کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، اس لیے ایمان والوں کو اس موسم بہار سے اس طرح فائدہ اٹھانا چاہیے کہ دل کی دنیا بدل جائے اور زندگی اس راستے پر چل پڑے جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہے، اس کے لئے روزہ کے ساتھ تراویح وتہجد اور تلاوت قرآن کا اہتمام بھی کرنا چاہیے اور خود کو منکرات سے بچانا بھی چاہیے، اس حد تک کہ کوئی جھگڑے پر اُتارو ہو تو آپ کہہ دیجئے، میرا روزہ ہے، ایسا روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے، اور تقویٰ ہی رضائے الٰہی تک لے جانے والی شاہ راہ ہے۔

رمضان کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر جو حضرت سلمان فارسی کے حوالے سے احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہونچا ہے، یہ ماہ رمضان ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کریگا اس کا ثواب فرض کے برابر اور فرض ادا کریگا تو اس کا ثواب ستر فرض کے برابر ملے گا، جو روزہ دار کو افطار کرائے گا وہ جہنم سے خلاصی پائے گا۔ اور اسے روزہ دار کے بقدر ثواب ملے گا، جب کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور یہ ثواب محض ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرانے پر بھی ملے گا۔ اور اگر کسی نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا تو حوض کوثر سے ایسی سیرابی ہوگی کہ جنت میں داخلے تک پیاس نہیں لگے گی اور جنت بھوک پیاس کی جگہ نہیں ہے، فرمایا: اس ماہ کا پہلا حصہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں اپنی خاص رحمت سے ایسا انتظام کرتے ہیں کہ شیطان بندوں کو گمراہ نہ کر سکے، اور برائی پر آمادہ کرنے سے باز آجائے اسی لئے جنات اور سرکش شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے پورے ماہ کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور منادی خدا کی طرف سے آواز لگاتا ہے کہ خیر کے طالب آگے بڑھو اور شر کی طرف مائل لوگو رک جاؤ، باز آؤ، اتنے اہتمام کے باوجود اگر کوئی مسلمان اس ماہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جنت کے حصول کے سامان نہیں کرتا تو بدبختی اور شقاوت کی انتہا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

روزہ کا ایسا اہتمام کیا جائے جو شریعت کو مطلوب ہے، اور جس سے تقوی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، روزہ صرف کھانے پینے اور شہوانی خواہشات سے پرہیز تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ آنکھ، دل، دماغ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، اور سبھی اعضا وجوارح کا روزہ رکھا جائے، آنکھ غلط چیزوں کو نہ دیکھے، دل گناہوں کی طرف مائل نہ ہو، دماغ خدا کے احکام کے خلاف نہ سوچے، کان غلط نہ سنے، زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، طعن وتشنیع گالی گلوج سے محفوظ رہے، اور اعضا وجوارح خدا کی مرضیات پر لگ جائیں، ایسا روزہ ہی دراصل روزہ ہے، چونکہ یہ غم گساری کا بھی مہینہ ہے اس لیے جہاں کہیں بھی رہے، جس کام میں لگا ہوا ہے۔ اس میں اس کو ملحوظ رکھے، حسب استطاعت غربا کے خورد ونوش اور محتاجوں کی ضروریات کی کفالت کا بھی نظم کرے کہ یہ بھی روزہ کے مقاصد میں سے ایک ہے، ہم لوگ جنہیں اللہ تعالی نے خورد ونوش کی سہولتیں دے رکھی ہیں اور بھوک پیاس کی تکلیف کا احساس پورے سال نہیں ہوتا، بلکہ شادی اور دیگر تقریبات میں کھانے پینے کی اشیاء کو ضائع کرتے ہیں، انہیں روزہ میں جب بھوک پیاس لگے تو ان کے اندر یہ احساس جاگنا چاہئے کہ سماج کے دبے کچلے لوگ جن کے گھر چولہا بڑی مشکل سے جلتا ہے۔ اور کئی بار فاقہ میں رات گذر جاتی ہے، کس قدر پریشانیاں محسوس کرتے ہوں گے، اس وجہ سے اکابر نے اس بات پر زور دیا کہ افطار اور کھانے میں تلافی مافات کی غرض سے اتنا نہ کھالے کہ روزہ رکھنے سے جو شہوانی قوت میں تھوڑی کمی آئی تھی وہ جاتی رہے اور سحری میں اس قدر نہ کھالے کہ دن بھر بھوک پیاس کا احساس ہی نہ ہو۔ اس ماہ میں مدارس کے اساتذہ اور اکابر علماء، ادارے تنظیموں اور مدارس کی فراہمی مالیات کے لئے کوشاں اور متفکر ہوتے ہیں۔ ان کا اکرام کیا جائے، اور محسوس کیا جائے کہ وہ امراء پر احسان کرتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ بروقت مناسب جگہ پہنچ جاتی ہے، اس لئے جھڑک کر اور بار بار انہیں دوڑا کر اپنے عمل کو ضائع نہیں کرنا چاہیے اس سے علماء کی بے وقعتی بھی ہوتی ہے اور ثواب بھی ضائع ہوتا ہے، اس موقع سے یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سارے لوگ ٹی وی کے ان پروگراموں کو دیکھنے میں وقت برباد کرتے ہیں جو استقبال رمضان یا رمضان کے لیے خصوصی پروگرام کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں، ان پروگراموں کو دیکھنے میں وقت برباد کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ ان پروگراموں میں بھی منکرات کی بھرمار ہوتی ہے، لہو ولعب کے وہ مناظر ایڈورٹائز اور اشتہار کے طور پر دکھائے جاتے ہیں جو شرعی طور پر منکرات کے ذیل میں آتے ہیں، یقیناً قرآن کریم کی تلاوت، نعت خوانی اور روزہ رمضان کی مناسبت سے ترغیبی گفتگو اچھی چیز ہے، لیکن اس اچھے کام کے ساتھ منکرات کی ایک لمبی فہرست اس میں ہوتی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ٹی وی بند کر دیں اور سارا وقت تلاوت کلام پاک اور ذکر واذکار میں لگائیں یہ آپ کی اخروی زندگی کے لیے فائدہ مند اور رمضان المبارک کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، ایک اور کام جس سے اجتناب کرنا چاہیے وہ ہے سیاسی افطار پارٹی، ان دنوں قومی یک جہتی کے فروغ کے نام پر سیاسی افطار پارٹی پر زور دیا جاتا ہے، اور مسلم وغیر مسلم اس میں پیش پیش رہتے ہیں، یقیناً افطار کرانا کار ثواب ہے، لیکن اس مال سے جو حلال ہو اور پھر نمود ونمائش کے جذبہ سے نہ ہو، اس لیے کہ عبادت جب ریا اور دکھاوا بن جائے تو اس کا ثواب جاتا رہتا ہے، سیاسی افطار پارٹی میں مال حلال وحرام کی تمیز باقی نہیں رہتی اور پھر ریا نمود ونمائش اس کام کو کار عبث بنا دیتا ہے، اس لیے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، نیت حصول ثواب کی نہیں ہو تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ روزہ دار جو افطار کرتے ہیں، ان کی دن بھر کی محنت پر بھی سوالیہ نشان کھڑے ہو سکتے ہیں، اس لیے اس عبث کام سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

اچھی باتیں

’’سچائی ایسی دوا ہے جس کی لذت کڑوی مگر تاثیر شہد سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے ☆ کسی کو پانے کے لیے ہماری تمام خوبیاں بھی کم پڑ جاتی ہیں اور کھونے کے لیے ایک غلط فہمی ہی کافی ہے ☆ اگر آپ پھول حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو کانٹوں سے دامن بچانے کا فن سیکھنا ہوگا ☆ ہر بار قصور تربیت کا نہیں ہوتا، بعض اوقات کچھ رنگ صحبتوں کے بھی چڑھتے ہیں ☆ زمین اچھی ہو لیکن پانی ٹھیک نہ ہو تو فصل خراب ہو جاتی ہے، گھر اچھا بنا ہو لیکن گھر میں دین نہ ہو تو نسل خراب ہو جاتی ہے۔‘‘ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

’’گذشتہ نو سال میں گرفتار لیڈروں میں پنچانوے فی صد سے زیادہ وہ ہیں جن کا تعلق حزب مخالف سے ہے، اس سے حزب مخالف کا متفکر ہونا فطری ہے، لیکن ابھی بھی حزب مخالف کے لیڈران اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت رکھ کر سڑک پر اترنے کو تیار نہیں ہیں، وہ ایک دوسرے کی مخالفت میں منقسم ہیں، برخلاف اس کے ایمرجنسی کے زمانہ میں ساری پارٹیاں متحد ہو گئی تھیں اور متحد ہو کر طاقت ور وزیر اعظم اور ان کی پارٹی کا مقابلہ کیا تھا اور اسے اکھاڑ پھینکا تھا۔‘‘ (پربھات خبر ۱۰؍مارچ ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں ـــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خیر و برکت کا مہینہ

ارشاد ربانی ہے: ’’اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے، جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، تا کہ تم متقی بن جاؤ‘‘ (سورۂ بقرہ)

وضاحت: رمضان المبارک کا مہینہ خیر و برکت کا مقدس مہینہ ہے، اس کے آتے ہی اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے، ادھر جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر طاعات وعبادات کی بہار اور روحانیت کا جشن عام شروع ہو جاتا ہے، جس طرح خزاں کے بعد بہار آتی ہے اور ساری فضا مسکرانے لگتی ہے، بالکل اسی طرح گناہوں اور آلائشوں کے بعد نیکیوں کا یہ موسم آتا ہے، ساری فضا منور ہو جاتی ہے، دن بھی پر بہار ہو جاتے ہیں اور راتیں بھی پر رونق، مسجدیں آباد اور خانقاہیں پر کیف ہو جاتی ہیں، ذکر وتلاوت، تسبیح وتہلیل اور رضائے الٰہی کے وہ کون سے کام ہیں جو اس ماہ میں انجام نہیں پاتے، گرچہ روزہ دار کا جسم انسان ہوتا ہے، لیکن اس کی روح فرشتوں کی زندگی بسر کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ سچے روزہ دار کا سونا بھی خدا کے نزدیک عبادت ہے، اس کا سکوت تسبیح ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جزائے عمل کو اضعافا مضاعفا کر دیتا ہے، روزے کے مقاصد اور حقیقت پر اشارہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم متقی بن جاؤ، اگر ایک طبیب مریض کے لئے کوئی دوا تجویز کرتا ہے، لیکن جس فائدہ کے مرتب ہونے کی امید کرتا ہے وہ مرتب نہیں ہوتا تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دوا کا استعمال صحیح نہیں کیا گیا، یہی حال ہمارے روزوں کا ہے، اگر روزہ سے شفائے روحانی حاصل نہ ہو تو حقیقت میں وہ روزہ نہیں صرف فاقہ کشی ہے، جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کیوں کہ روزہ انسان کو مادی وروحانی زندگی میں توازن پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزہ سے سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گزار ہیں جن کی نماز تہجد سے بیداری کے سوا کچھ فائدہ نہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے جسم نے روزہ رکھا، لیکن دل نے روزہ نہیں رکھا، ان کی زبان پیاسی تھی، لیکن دل پیاسا نہ تھا، اس آیت کے آخر میں ’’لعلکم تتقون‘‘ تا کہ تم روزوں کی وجہ سے متقی بن جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات میں روزہ کو تقویٰ کی اصل اور بنیاد قرار دیا ہے، یہ اس لئے کہ روزہ ایک خاموش اور مخفی عبادت ہے، جو ریا اور نمائش سے بری ہے اور یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاق کی بنیاد ہے: ’’**الصوم لی وانا اجزی به**‘‘ روزہ صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کا بدلہ وہ خود دیں گے، روزہ سب سے پہلے ایک آدمی کے اندر یہ اہلیت پیدا کرتا ہے کہ وہ ان دیکھنے خدا کے حکم پر خدا کی حلال کی ہوئی لذیذ غذاؤں سے ایک وقت معین کے لئے اجتناب کرے، عبادت کی کوئی شکل ایسی نہیں ہے جس میں انسان کو صرف خدا کے حضور جواب دہ ہونے کا تصور اتنی شدت کے ساتھ دلایا جاتا ہو، اسی لئے قرآن پاک نے متعدد مقامات پر عالم آخرت میں جنت اور دائمی سکون کا مستحق متقیوں کو قرار دیا اور روزہ انسان کے اندر یہی ملکہ پیدا کرتا ہے، روزے قلب ونظر کو پاکیزگی اور اخلاص کی دولت عطا کرتے ہیں، سال بھر کی لغزشیں اور گناہ مہینہ بھر کے روزوں سے دہل جاتے ہیں۔

روزہ کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ روزہ جس طرح روحانی گناہوں کے لئے کفارہ ہے، اسی طرح ہمارے مادی جراثیم کے لئے دوا بھی ہے، طب کے تجربہ اور مشاہدے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا اس کی صحت کے لئے ضروری ہے، مختلف امراج جسمانی کا یہ قطعی علاج ہے، بعض بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج کھانے پینے کو ترک کر دینے سے کیا جاتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’**صوموا تصحوا**‘‘ روزہ رکھو صحت مند رہو گے، جو مسلمان رمضان کے روزے رکھتے ہیں ان کو ذاتی تجربہ ہوگا کہ ایک ماہ کا روزہ کتنی بیماریوں کو دور کرتا ہے، روزہ کی ہی برکت ہے کہ اس سے روزہ دار کی مالی حالت بھی اچھی ہو جاتی ہے، صالح روح، صالح کردار، اچھی صحت اور اچھی زندگی پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ روزہ سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس ماہ رب کریم اپنے بندوں کو ذاکر وشاغل، تقدس وتحمید اور غم خواری ومساوات کرتے دیکھنا چاہتا ہے، بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اگر کوئی محبوب یوں کہے کہ ہم کو تکتے رہو تو جو عاشق ہوگا وہ کبھی نہ کہے گا کہ کیا دو گے، اس لئے علماء ربانیین رمضان کی آمد سے اتنے خوش ہوتے کہ چھ مہینے سے ذکر کیا کرتے تھے، کہ اب رمضان آئے گا، پھر رمضان آتا تو عبادت وتلاوت اور فیاضی وسخاوت کا دریا بہا دیتے تھے، اللہ رب العزت کے حضور روتے اور گرگراتے اور مغفرت کے طلب گار ہوتے تھے، افسوس کہ آج ہم میں سے بکثرت لوگوں کی نگاہ میں رمضان کی وقعت شاید اتنی ہی رہ گئی، جتنی سونے وچاندی کی ایک سادہ لوح معصوم بچے کی نظر میں ہوتی ہے، ہم دنیاوی رزق وبرق اور مادی وجھوٹی نمائش کے پیچھے اس قدر دوڑ رہے ہیں کہ رمضان کے انوار وبرکات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی دنیاوی اغراض اور نفس پرستی، دنیا طلبی سے بالاتر ہو کر خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لئے ثواب کی نیت سے رمضان کا اہتمام، تلاوت وعبادت سے ایک نیا خوس وولولہ اور ایک نئی نشاط پیدا کرے اور ہم یہ کہہ سکیں گے کہ روزے نے ہمیں سچا مسلمان اور اچھا انسان بنا دیا۔

آیئے سچے دل سے اللہ کے حضور توبہ کریں، رب حقیقی کے دربار میں توبہ واستغفار کریں اور گڑگڑائیں، التجا کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، خالق دوجہاں کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کریں، ندامت وشرمندگی سے معاف کر دینے کی درخواست کریں اور رمضان المبارک میں چار کام کے کرنے کا عہد کریں۔

پہلا یہ کہ کثرت سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ورد کریں، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے رہیں، تیسرا کام یہ ہے کہ افطار کے وقت اللہ کے حضور دعا کرتے رہیں اور جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ مانگیں اور چوتھا کام یہ ہے کہ قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رحمت وبرکت کے اس موسم میں اپنے انوار وتجلیات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

ہر وہ مسلمان جو عاقل وبالغ ہو، اس کے پاس حاجت اصلیہ سے فاضل مقدار نصاب مال موجود ہو جس پر سال گزر گیا ہو نیز اس کے ذمہ اتنا دین (قرض) نہ ہو جو سارے مال کو محیط ہو، یعنی ادائے قرض کے بعد اتنا مال باقی رہے جو نصاب تک پہونچ جائے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

حاجت اصلیہ سے مراد:

روز مرزہ کے ضروری اور استعمال کی چیزیں مثلا رہائشی مکانات، استعمالی کپڑے سواری کے جانور یا گاڑی، حفاظت کے ہتھیار، زیبائش کے سامان، قیمتی برتن، صنعتی آلات اور مشینیں کرایہ کی گاڑیاں وغیرہ فقہ کی اصطلاح میں حالات اصلیہ کہلاتی ہیں ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ان کو مستثنیٰ کر کے ہی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ البتہ ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی تجارت کی جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (الفتاویٰ الہندیہ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الفتاویٰ ۲۵۹/۳)

استعمالی زیورات:

سونا اور چاندی جس صورت میں بھی ہو اگر وہ مقدار نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ لہذا روز مرہ کے استعمالی زیورات یا برتن اگر سونا، چاندی کے ہیں تو ان کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سونا اور چاندی کے برتنوں کا استعمال نہ تو مرد کے لئے جائز ہے اور نہ عورتوں کے لئے۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فتاویٰ عثمانی ۴۲/۲)

سونا چاندی اور روپے کی زکوٰۃ:

وجوب زکوٰۃ کے لئے سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟ روپئے کتنی مقدار میں ہوں تو زکوٰۃ دینی ہوگی؟

الجواب و باللّٰہ التوفیق

سونا کا نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۷ گرام اور ۴۸۰ ملی گرام ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی ۶۱۲ /گرام اور ۳۶۰ /ملی گرام ہے، اگر کسی کے پاس دونوں اپنے اپنے نصاب کے بقدر یا اس سے زائد ہوں تو دونوں کی زکوٰۃ نکالی جائے گی، اور اگر دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہوں تو ایسی صورت میں سونا کی قیمت کے ذریعہ چاندی کا نصاب پورا کیا جائے گا اور پوری مالیت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

اور اگر صرف سونا یا صرف چاندی ہو جس کا نصاب پورا نہ ہو لیکن اس کے ساتھ نقد رقم بھی ہو جس کو شامل کر کے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو ایسی صورت میں روپئے کے ذریعہ نصاب مکمل کر لیا جائے گا اور زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر نصاب پورا کرنے کے بقدر روپئے نہ ہوں تو صرف سونا یا صرف چاندی جو اپنے نصاب سے کم ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی خواہ سونا کی قیمت چاندی کے نصاب سے بڑھ کیوں نہ جائے۔

اور اگر کسی کے پاس سونا چاندی کچھ بھی نہ ہو لیکن اتنی رقم موجود ہو جس کے ذریعہ ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکے اور اس رقم پر سال پورا ہو گیا ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

زیورات کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

ہمارے پاس کچھ زیورات ہیں جن کی زکوٰۃ ادا کرنی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ان زیورات کی کس قیمت کا اعتبار کریں؟ قیمت خرید کا یا قیمت فروخت کا کیونکہ دونوں کی قیمت میں فرق ہے۔

الجواب و باللّٰہ التوفیق

سونا اور چاندی کے زیورات خواہ استعمالی ہوں یا غیر استعمالی سب میں زکوٰۃ ہے بشرطیکہ وہ مقدار نصاب ہوں، زیورات میں ادائے گی کے دن ان کی جو قیمت فروخت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اور کل قیمت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

میں ایک تجارت پیشہ آدمی ہوں، زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن کس طرح زکوٰۃ ادا کروں سمجھ میں نہیں آرہا ہے، کیونکہ ایک تو سامان تجارت ہے جو دوکان میں موجود ہے دوسرا بینک میں جمع کچھ رقم ہے، کچھ رقم گراہکوں کے ذمہ ہے جس کو وہ حسب سہولت ادا کرتے ہیں، اور کچھ رقم میرے ذمہ لون کی شکل میں ہے۔ ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائے گی کی شکل کیا ہوگی؟

الجواب و باللّٰہ التوفیق

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس تاریخ میں آپ زکوٰۃ ادا کر رہے ہیں اس تاریخ میں اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، سونا چاندی دوکان میں موجود تجارتی سامان سب کی مجموعی قیمت اس دن کے مارکیٹ کی قیمت کے اعتبار سے جوڑ لیں، اگر لوگوں کے ذمہ بقایا رقم ہو جس کی وصولی کی امید ہو اس کو بھی اس کے ساتھ شامل کر لیں، اس کے بعد اپنے ذمہ جو قرض ہے جس کو اسی سال ادا کرنا ہو تو اس کو منہا کر لیں اسی طرح اگر سرکاری یا غیر سرکاری چند سالوں میں قسط وار ادا کئے جانے والا قرض ہو تو اس سال کے قسط کو منہا کر لیں اس کے بعد جو رقم بچے اس میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار میں پچیس روپئے کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 12 مورخہ ۲۷/شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰/مارچ ۲۰۲۳ء روز سوموار

تعلیمی اداروں میں بھید بھاؤ

ذات کی بنیاد پر آج بھی ہندوستان کے سرکاری تعلیمی اداروں میں بھید بھاو برتا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں سائنس اور تحقیق کے میدان میں دلت، آدی واسی، اور پس ماندہ طبقات کے طلبہ وطالبات کی تعداد کم ہو رہی ہے، اس وقت کے وزیر تعلیم رمیش پوکھریال نے راجیہ سبھا کے معزز ارکان کو 2021ء میں یہ اطلاع دی تھی، ہندوستان کے معروف سائنسی ادارہ آئی آئی اس سی بنگلورو میں 2016 سے 2020 کے درمیان پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے والے اعداد وشمار کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ صرف اکیس فی صد امیدوار اس ٹی نو فی صد امیدوار اس سی اور آٹھ فی صد امیدوار او بی سی زمرہ سے کامیاب ہو پائے، ملک کے سترہ آئی آئی ٹی میں کل پی ایچ ڈی کے خواہش مند طلبہ وطالبات میں بمشکل تمام 7ء1 فی صد اس ٹی، نو فی صد درج فہرست ذات، 27ء4 فی صد او بی سی زمرے سے آئے، یہی حال سائنسی تحقیقی اداروں میں دلت طلبہ وطالبات کا ہے۔ 2016 میں جو اعداد وشمار محکمہ تعلیم نے جاری کیا تھا اس کے مطابق درجہ ایک سے بارہ تک درج فہرست ذات اور قبائل کے طلبہ وطالبات کی تعداد اوسط سے زیادہ تھی، لیکن تعلیم چھوڑنے کی روایت کی وجہ سے وہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پچھڑتے چلے گیے، ملک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے 3ء24 فی صد ہیں، جب کہ دلتوں میں یہ تعداد گھٹ کر صرف 1ء9 فی صد رہ گئی ہے۔

اس صورت حال کی وجہ سے دلتوں میں مایوسی پائی جاتی ہے اور یہ مایوسی انہیں خودکشی پر آمادہ کر رہی ہے، مرکزی وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان نے گذشتہ سال پارلیامنٹ میں دیے گیے اپنے بیان میں کہا تھا کہ گذشتہ سات برسوں کے درمیان اعلیٰ تعلیمی اداروں کے ایک سو بائیس طالب علم نے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا، ان میں زیادہ تر طلبہ دلت، آدی باسی، پس ماندہ طبقات اور مسلم سماج کے تھے، 2014 سے 2022 کے اعداد وشمار کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درمیان تین آدی باسی، چوبیس دلت طلبہ، اکتالیس او بی سی اور اقلیتی زمرہ کے تین طلبہ نے خودکشی کی۔

ذات کی بنیاد پر یہ بھید بھاو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ بھاجپا ممبر پارلیامنٹ کریٹ پی سولنکی کمیٹی کی رپورٹ جو 2019-20 سے متعلق ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ اس بھید بھاو کی وجہ سے درج فہرست ذات اور قبائل کے طلبہ کو ایم بی بی اس (mbbs) میں بار بار فیل کر دیا جاتا ہے، تدریسی خدمات سے متعلق ان کی درخواستوں پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں، اور محفوظ زمرے کی نشستیں اسی بنیاد پر خالی چھوڑ دی جاتی ہیں کہ مناسب امیدوار اس عہدے کے لیے نہیں ملا، یہی وجہ ہے کہ چون (54) مرکزی یونیورسیٹیوں میں صرف ایک (1) وائس چانسلر درج فہرست ذات کا ہے، جب کہ مرکزی تعلیمی اداروں میں درج فہرست ذات اور قبائل کے لیے 7ء 5، انوسوچت ذات کے لیے 15 او بی سی کے لیے 27 اور معذور افراد کے لیے 10 فی صد سیٹیں محفوظ رکھی گئی ہیں، اس اعتبار سے چون (54) درج فہرست ذات اور قبائل سے ہونے چاہیے، لیکن فی الوقت ان کی تعداد صرف پندرہ ہے، انوسوچت ذاتی کے پروفیسروں کی تعداد 151 ہونی چاہیے جبکہ ابھی ان کی تعداد صرف انہتر (69) ہے، حکومت کو چاہیے کہ آزادی کے نام پر منعقد ”امرت مہوتسو“ کے اس سال میں اس بھید بھاو کو ختم کرنے کا کام کرے تاکہ حکومت کی اس نعرہ سب کا ساتھ سب کا وکاس کی معنویت سامنے آسکے۔

شمال مشرق ریاستوں کے انتخابی نتائج

شمال مشرق ریاستوں کے حالیہ انتخاب میں بی جے پی نے اپنا کنول کھلا کر ثابت کر دیا ہے کہ دوسرے مذاہب کی اکثریت والی ریاستیں بھی اب اس کے زیر نگیں ہیں، تری پورہ میں اس کی چار سیٹیں کم ہوئی ہیں، لیکن ووٹ کافی صد اس کی بنیاد مضبوط ہونے کی گواہی دے رہا ہے، اس نے وہاں بتیس (32) سیٹیں حاصل کیں اور سی پی آئی (ایم) اور کانگریس اتحاد کو اقتدار سے دور کر دیا، میگھالیہ میں بھاجپا کی کارکردگی خراب رہی، صرف دو سیٹیں اس کے حصہ میں آئیں، لیکن اس کی تلافی اس نے نیشنل پیپلز پارٹی کی حکومت میں شامل ہو کر کر لیا ہے۔ ناگالینڈ میں بھی وہ نیشنلسٹ ڈیموکریٹک پروگریسیو پارٹی کی حکومت میں شمولیت اختیار کر کے اقتدار میں آگئی ہے، اس کے امیدوار بارہ اسمبلی سیٹوں پر فاتح قرار پائے، جو 2018 میں بی جے پی کو ملی سیٹوں کے برابر ہی ہیں، نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔

شمال مشرق کی ریاستوں میں آسام پہلے ہی بھاجپا کے قبضہ میں تھا اور اب ان تین ریاستوں میں بھی اس نے اپنی مقبولیت کا جھنڈا اگاڑ دیا ہے، وزیر اعظم نریندر مودی کے مسلسل دوروں نے وہاں اس کی جیت کی راہ ہموار کی، کانگریس ان ریاستوں کو چھوٹی ریاستیں کہہ کر اہمیت کم کرتی رہی اور مودی نے نو سال میں ساٹھ بار ان ریاستوں کا دورہ کر کے وہاں کے باشیوں کو ان کی اہمیت بتائی، یہاں بی جے پی نے ہندوتوا کے اپنے نعرے اور منشور کو پس پشت ڈال دیا، پچھتر فیصد عیسائی آبادی والے میگھالیہ اور اٹھاسی فی صد عیسائی آبادی والے ناگالینڈ کو یہ کہہ کر مطمئن کیا کہ ہم آپ کی عادتوں اور روایتوں کا پاس ولحاظ رکھیں گے، یعنی بیف (بڑے کا گوشت) کھانے دیں گے اور اس پر کوئی پابندی نہیں لگائیں گے، بھاجپا کی یہ حکمت عملی کارگر رہی اور 2024 میں اس کا فائدہ بی جے پی کو ملے گا۔

شمال مشرق کی سات ریاستوں میں بلکہ سکم کو داخل کر کے آٹھ ریاستوں میں کل پچیس سیٹیں ہیں، ان حلقوں میں اپنے اثر ونفوذ کو بڑھانے میں بی جے پی نے پوری سرگرمی دکھائی ہے، گذشتہ پارلیمانی انتخاب میں بی جے پی اور کانگریس کا ناگالینڈ، میزورم اور سکم سے صفایا ہو گیا تھا۔ دونوں پارٹی کو ان تین ریاستوں میں کوئی سیٹ نہیں ملی تھی۔

اس انتخابی نتائج نے کانگریس اور حزب مخالف کے اتحاد اور اس کی کارکردگی پر بھی سوالات کھڑے کیے ہیں، کانگریس راجستھان، چھتیس گڈھ اور راجستھان میں برسر اقتدار ہے، جھارکھنڈ اور بہار میں وہ اتحادی حکومت کے شانہ بشانہ کھڑی ہے، ان ریاستوں میں ملک کی چھبیس فی صدی آبادی بود وباش کرتی ہے، اس کے برعکس بی جے پی اور اس کی اتحادی پارٹیاں پندرہ (15) ریاستوں میں برسر اقتدار ہے، یہاں ملک کی 49 فی صد آبادی رہتی ہے، اس طرح دیکھیں تو دونوں پارٹیاں اور ان کے اتحادیوں کے درمیان بڑا فرق ہے، اور 2024 کے انتخاب میں اس کو پاٹنا آسان نہیں ہوگا، ایسے میں عظیم اتحاد کو اقتدار تک پہونچانے میں سب سے بڑا کردار لالو پرشاد یادو ادا کر سکتے تھے، اور پورے ملک میں اسی ایک شخص میں یہ دم خم ہے کہ وہ عظیم اتحاد کو اقتدار تک پہونچا دے، ایک نام شرد پوار کا بھی ہے لیکن وہ شمالی ریاستوں میں مقبول نہیں ہیں، بی جے پی کو لالو یادو سے خطرہ ہے، اس لیے ان پر اور ان کے خاندان پر بدعنوانی کے سخت الزامات کے ثبوت وشواہد جمع کرنے کی غرض سے آئی بی، ای ڈی اور سی بی آئی کے دھاوے کثرت اور مضبوطی سے ہو رہے ہیں، حالات ایسے بنائے جا رہے ہیں کہ تیجسوی کو کسی طرح جیل بھیج دیا جائے، لالو یادو اپنی بیماری سے پہلے ہی ٹوٹے ہوئے ہیں اگر ایسا ہو گیا تو اس حادثے سے راجد کا نکلنا دشوار ہوگا، میدان خالی رہے گا، بی جے پی پوری کوشش کرے گی کہ عظیم اتحاد کی پارٹیوں میں سیٹوں کیبٹوارے کے نام پر اختلاف پیدا کر دے، ٹکڑے ٹکڑے گینگ، بی جے پی اتحاد کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوگا، اور 2024 کا اقتدار پھر سے اس کے قبضے میں آجائے گا، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

خواتین کی بے توقیری

ہندوستان میں خواتین کی بے توقیری کے واقعات سامنے آتے رہے ہیں، بازار میں زدوکوب کرنا، مادرزاد برہنہ کر کے سڑکوں پر گھمانا، ان کے سر کے بال مونڈ دینا اور جنسی ہراسانی کے مختلف طریقے ان پر آزمانا عام سی بات ہے، لیکن یہ بے توقیری اگر قانون کا سہارا لے کر کیا جائے اور انسانی حقوق کی پاسداری اور تحفظ کرنے والی ایجنسیوں کے ذریعہ سامنے آئے تو یہ انتہائی افسوسناک اور شرمناک ہو جاتا ہے۔

بہت سارے معاملات میں پولیس خواتین کی بکارت کا ٹسٹ (Test Virginity) کراتی رہی ہے، ظاہر ہے یہ عورت کی انتہائی بے توقیری اور اسے نفسیاتی طور پر ذلیل کرنے کا ایک طریقہ ہے، آبروریزی کے مقدمات میں عام طور پر خواتین کو اس مرحلے سے گذارا جاتا ہے، کم عمری کی شادی میں بلوغیت کی جانچ کے لیے بھی خواتین پر اس طریقہ کار کو آزمایا جاتا ہے۔

معاملہ یکم مئی 2010 کا ہے، جنوبی دیناج پور کے بالور گھاٹ ضلع میں ربی رائے نام کے ایک شخص نے ایک نابالغہ لڑکی کی عصمت دری کی کوشش کی، عدالت کے حکم پر نابالغہ کا میڈیکل ٹسٹ کرایا گیا، 2019 میں مسٹر سیفی نے عدالت میں درخواست دی کہ اس کی مرضی کے بغیر سی بی آئی نے اس کی بکارت کا ٹسٹ کرایا۔

کولکاتہ اور دہلی ہائی کورٹ نے اپنے ایک اہم فیصلے میں اس قسم کی جانچ کو غیر آئینی اور متعلقہ ملزم کے وقار کے منافی قرار دیا ہے، دہلی ہائی کورٹ جج جسٹس سوریہ کانتا شرما نے اپنے فیصلہ میں کہا بکارت (کنوارپن) کا ٹسٹ قانون کی دفعہ 21 کے خلاف ہے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی۔

عدالت کا یہ فیصلہ خواتین کی بے توقیری کو روکنے میں نظیر بنے گا، اس فیصلہ کے بین السطور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفتیشی ایجنسیوں اور پولیس کے ذریعہ یہ کام غیر قانونی ہوگا، البتہ عدالت اس کی ضرورت محسوس کرے تو وہ ایسا کرا سکتی ہے، اس طرح عدالت نے پولیس کے ذریعہ کرائی جانے والی جانچ کو غیر قانونی اور عصمت دری کے مترادف ٹھہرایا ہے، چوں کہ بے راہ رویاں زیادہ وہیں ہوتی ہیں، عدالت کے ذریعہ کیا جانے والا ٹسٹ انتہائی ضرورت کے وقت ہی ہوگا، اس لیے اس پر نکیر نہیں کی جاسکتی۔

مفلس ہندوستان

ہندوستان میں انبانی، اڈانی، برلا، ٹاٹا، ڈالمیا اور ان جیسے چند گھرانوں کو چھوڑ کر بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہیں ہم کھاتا پیتا گھرانہ کہہ سکتے ہیں یعنی انہیں ضروریات زندگی کے حصول میں دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، لیکن ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو محرومیوں میں زندگی گذار رہا ہے، اور اپنی معاشی ضرورت کی تکمیل میں وہ اپنے کو کمزور پاتا ہے، عالمی بینک نے حال میں غریبی کے ناپنے کے جو اصول طے کیے ہیں، اس میں اوسط آمدنی جن کی 3.2 ڈالر یومیہ ہے، اسے معمولی آمدنی والے کے زمرے میں رکھا ہے، اور جن لوگوں کی یومیہ آمدنی کم از کم 5.5 ڈالر ہے اسے معاشی اعتبار سے ٹھیک مانا ہے، جب کہ بین الاقوامی سطح پر ان لوگوں کو غریب مانا جاتا ہے جن کی آمدنی 1.90 ڈالر سے کم ہے، عالمی بینک کے سروے کے مطابق ہندوستان کی ۲۸/فی صد آبادی خط افلاس سے بھی نیچے ہے، اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ 15.5 فی صد لوگ اوسط آمدنی والے ہیں، 1.1 ارب ہندوستانی کی آمدنی 5.5 ڈالر سے کم 76.3 کروڑ ہندوستانی کی آمدنی 3.2 ڈالر یومیہ سے کم اور 26.8 کروڑ ہندوستانی انتہائی غریب ہیں۔

افراط زر نے مہنگائی میں اضافہ کیا ہے اور عام لوگوں کی زندگی دشوار تر ہوتی جا رہی ہے، حکومت نے لو جہاد، ہجومی تشدد، گئو رکچھا، نکاح، طلاق، حلالہ جیسے موضوع کو اپنی ترجیحات میں شامل کر رکھا ہے، اسے معاشی ترقی کے لیے منصوبے بنانے، بے روزگاری دور کرنے، کالے دھن پر روک لگانے کی فکر نہیں ہے، اس سلسلے میں دعوے ہی دعوے ہیں، اور مفلسی نہ وعدوں سے دور ہو سکتی ہے اور نہ دعووں سے، اس کے لیے ٹھوس حکمت عملی اور نافذ کرنے کا عزم مصمم جب تک نہ ہو، کچھ نہیں کیا جاسکتا، جس کی مرکزی حکومت کے پاس انتہائی کمی ہے۔

یادگار شخصیتیں ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کا فکری وفنی بانکپن

عالم اسلام کے معروف اسلامی اسکالراور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندی پھلواروی (2006-1925) کی شخصیت کی مختلف جہتیں تھیں، وہ اپنے عہد کے ایک بیدار مغز مفکر، بلند پایہ مصنف، دیدہ ور محقق، اسلامی تہذیب وتمدن کے عاشق زار، شعروادب کے بے مثال اداشناش، علمی وادبی صحافت کے پیش رو، اوراردو وعربی زبان کے اعلیٰ انشاپرداز وادیب تھے، عاجز راقم کے نزدیک مولانا مرحوم کی شخصیت کی یہ رنگارنگی ان کے تاج کمال اور کلاہ افتخار کی درآبدار تھی، کیوں کہ وہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے، تحقیق وتفحیص کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے اور لعل وگوہر چن کر واپس ہوتے، ان کی کتاب، قرآن کریم، تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا معجزہ، اس کی واضح دلیل ومثال ہے، مولانا کے گوہر بار قلم سے پچیس سے زائد علمی وتحقیقی، ادبی وفنی کتابیں منظر عام پر آئیں جواس وقت بھی مرجع ومأخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے اسلوب نگارش کی انفرادیت وجامعیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے جناب پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب نے لکھا کہ ''مولانا کا طرز اسلوب اور زبان وبیان نہ علامہ شبلی جیسا ہے اور نہ مولانا علامہ سید سلیمان ندوی کا سا۔ یہ عبداللہ صاحب کا ہے اور انہی کی ایجاد ہے۔ میں نے ارادت وتعلق میں کوشش کی کہ ایک پیراگراف ان جیسا لکھ سکوں لیکن کامیابی نہیں مل سکی'' کیوں کہ یہ دولت انہیں خاندانی ورثہ میں ملی تھی، اوراس پر مستزاد یہ کہ ان کی شخصیت سازی میں ندوہ سے وابستگی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قربت نے چار چاند لگا دیا تھا۔ جس کے باعث ان کی تحریر میں چاشنی پیدا ہوگئی، چنانچہ مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی نے آپ کے صاف وشفاف طرز تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا کے مضامین میں ادب کی چاشنی بھی ہے اور فکر سلیم کی روشنی بھی اور علم وتحقیق کی سنجیدگی بھی، جب زبان ہوشمند کے ساتھ فکر ارجمند کی آمیزش ہوتی ہے تو ادب وجود میں آتا ہے، اور جب اس میں دل دردمند بھی شامل ہوجاتا ہے تو تحریر کی تاثیر میں شتابہ لگ جاتا ہے۔ مولانا کی تحریر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قلم قدم قدم پر ادب وانشا کے پھول کھلاتا مسرت وانبساط کے خوشبو پھیلاتا اور افکار کے موتی لٹاتا چلتا ہے۔ (نگارشات صفحہ 7)

آپ کی یہ خوبی آپ کی تمام تصانیف وتالیفات خطبات اور علمی وتحقیقی مضامین حتی کے آپ کے اداریوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بہت دنوں تک زندہ رہیں گے۔ اور یقین مانیے کہ ان کی تحقیق خالص سونے اور سمندر کے موتیوں سے تولی جائے گی۔

چونکہ آپ عربی اردو اور انگریزی کے کئی رسالوں کے مدیر رہے، پندرہ تعمیر حیات لکھنؤ اور رسالہ فکر ونظر میں آپ کے اداریے خاصے کی چیز تھی، تعمیر حیات میں اکثر اداریے آپ کے قلم سے ہی ہوا کرتے تھے، جو نہایت ہی پر مغز اور متوازن ہوتے، موضوعات کے تنوع کے باوجود آپ کی ادبی شان ہمیشہ نمایاں رہتی۔ جب 80 کی دہائی میں رسالہ ذکر وفکر جاری ہوا تو اس کے اداریے بھی آپ ہی کے قلم سے شائع ہوتے تھے، جو مذاکرات کے عنوان سے شائع ہوتے اور جس کے مطالعے سے قومی وملی مسائل پر آپ کی گہری نظر اور پکڑ کا اندازہ ہوتا ہے۔ خاص کر فتنہ استشراق، یہودیت، عیسائیت، عرب قومیت، فرقہ واریت، مدارس اور اردو جیسے مسائل پر ان کی تحریریں بڑی وقیع ہیں، انہوں نے مختلف سیاسی حالات سماجی موضوعات کے علاوہ تاریخی ادبی اور ثقافتی مسائل پر بھی اظہار خیال کیا، جدید وقدیم عربی ادب پر بھی ان کی گہری نظر تھی، جس سے ان کی جودت طبع، بالغ نظری، اور فکری وفنی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی ملکی وبین الاقوامی، بدلتے ہوئے منظر ناموں پر وسیع نظر تھی، ملک کے سیاسی حالات کی ستم شعاری پر حضرت مولانا کا قلم بہت بیباک انداز میں چلتا، انہوں نے لیڈروں کی مفاد پرستی اور مکر وفریب کی مزاحیہ تصویر کشی کرتے ہوئے اپنے ایک اداریہ میں لکھا کہ جس صورت حال سے مسلمان دو چار ہیں اس کے ختم ہونے کا یہ راستہ نہیں ہے کہ ایک دل ختم ہو اور دوسرا دل آجائے۔ مسلمانوں کے لیے سبھی دَل دَل ہیں، کسی کے چہرے پر سیکولرزم کا نقاب ہے اور کوئی کھل کر بے نقاب ہوکر اپنے عزائم کا اظہار کرتا ہے، ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہم یہ دیکھنے پر مجبور ہیں کہ کن کے ناخن چنگال درندگی میں سست ہیں یا مصلحت ہیں۔ سانپ زیادہ خطرناک ہے یا بھیڑیا زیادہ ہولناک ہے۔ (اداریہ مذاکرات جنوری 1990)

تعمیر حیات کے شمارہ 10 مئی 1999 میں گرمی اور سرگرمی کے عنوان سے اپنے اداریہ میں لکھا کہ اقتدار وکرسی کی گرمی ایسی گرمی ہے جو دماغ کو پگھلاتی ہے اور اعصاب کو تپاتی ہے، سیاسی لوگ سیاسی لوگ ہیں، نہ آپ کے دوست ہیں نہ آپ کے دشمن، ان کی دوستی صرف ایک چیز سے ہے، جس کا نام حکومت ہے۔ اور ہاں ہم مسلمان بھی اپنے کردار کے لحاظ سے ان سے پیچھے نہیں ہیں، جو چاہیے لکھوا لیجئے، جس طرح کا چاہیے بیان دلوا لیجئے، اسمبلی کی ایک سیٹ یا چھوٹی موٹی وزارت کا خواب دکھا دیجیے، پھر دیکھیے ساری شوخی گفتار اور ہمارا اسلامی واخلاقی کردار، دین ہمارا ہوگا، زبان آقا کی ہوگی، جسم ہمارا ہوگا، دماغ ارباب حکومت کا، مگر شرط صرف اس قدر ہے کہ

رکھ دے کوئی پیمانہ وصہبا میرے آگے۔

ان ادبی سطور اور تمثیلی انداز بیاں سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ مولانا نے ملک کی سیاسی جماعتوں کی شاطرانہ سیاست کی قلعی کھول دی اور مسلمانوں کو سیاست کے پوشیدہ جرائم سے بھی آشنا کرادیا اور پیغام بھی دے دیا کہ ان حالات میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔ تاہم آپ سیاسی نشیب وفراز سے مایوس نہیں تھے، بلکہ اکثریتی طبقہ سے حسن اخلاق سے ملنے جلنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے، مثال کے طور پر 1995 کے ایک واقعہ کو پیش کیا جاسکتا ہے، کہ مولانا ٹرین میں ایک انتہائی خطرناک حادثہ سے دو چار ہوئے، دہلی سے بریلی جاتے ہوئے غازی آباد ریلوے اسٹیشن پر پانی خریدنے کے لیے اترے مڑ کر دیکھا تو گاڑی پلیٹ فارم پر رینگتی نظر آئی لپک کر اپنے ڈبہ میں چڑھنے لگے، پیر پائیدان پر جم نہ سکا اور نیچے گر گیے، پلیٹ فارم کی دیوار اور ٹرین کی لائن کے درمیان کی جگہ پر ٹک گئے، ڈبہ کے مسافروں نے شور مچایا، کسی نے زنجیر کھینچی، گاڑی رکتے رکتے آخری ڈبہ بھی گذر گیا، ہر طرف سے مسافر دوڑتے بھاگتے آئے، انہیں سہارا دیا، پانی پلایا، ڈبہ میں بٹھایا، مولانا نے اس پورے دردانگیز واقعہ کی منظر کشی کرنے کے بعد لکھا کہ محسوس ہوا بلکہ یقین ہوا کہ انسانیت ابھی زندہ ہے، اس کو صرف ایک آواز دینے کی ضرورت ہے، وہ آواز نعروں سے اور جلسے جلوس سے نہیں بلکہ محبت واحترام کے جذبے سے محبت کی زبان میں دینے کی ضرورت ہے (اداریہ تعمیر حیات 95)

حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ اس وقت ملک میں ایسے ہی معتدل مزاج اور وجدان صحیح رکھنے والے بابصیرت دانشور کی ضرورت ہے جو اپنے علم وقلم سے ملک کے بکھرتے الجھتے گیسو کو سنوارنے کے لئے قوم وملت کی صحیح سمت میں رہنمائی کرے اور شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تعمیر ملت کے مفکر اسلام نمبر میں میراث علم وآگہی کے عنوان سے ایک وقیع اداریہ لکھا۔ (بقیہ صفحہ:۱۴ رپر)

کتابوں کی دنیا ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اسلامی ارکان

مولانا محمد ایوب انصاری، رحمانی، حسامی ومظہری کے تین عدد لاحقہ کے ساتھ جانے پہچانے جاتے ہیں، جامعہ رحمانی مونگیر، دارالعلوم حیدر آباد سے مذہبی اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد، مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی پٹنہ، بھیم راو امبیڈکر بہار یونیورسٹی مظفر پور اور جامعہ اردو علی گڈھ سے عصری علوم اور زبان وادب کی تعلیم پائی ہے، عالم، فاضل، بی ایڈ ڈی ایل ایڈ ہیں، ہائی اسکول جموئی بازار جموئی میں درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں، خوش نویس ہیں، کتابیں لکھتے ہیں، شاعری کرتے ہیں، نعت ونظم گوئی کے ساتھ اس کی خواندگی کا بھی سلیقہ ہے۔ اب تک آٹھ کتابیں طباعت کے مراحل سے گذر چکی ہیں، جن کے نام قرآنی قاعدہ، فراق محبوب، شہنشاہ کشور رسالت، گلشن سدا بہار، صہبائے مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع، عالمی منشور منظوم، اسلامی اعمال کے فضائل ہیں، نام سے ہی آپ سمجھ گیے ہوں گے کہ یہ کتابیں نثر ونظم دونوں میں ہیں، اور مولانا محمد ایوب انصاری صاحب اسے قارئین تک پہونچانے کے لیے کوشاں ہیں، لیکن پریس کے اس زمانہ میں اس قدر ضروری، غیر ضروری، صحیح وغیر صحیح مندرجات پر مشتمل کتابیں چھپ رہی ہیں کہ قاری کے لیے رطب ویابس میں تمیز کرنا مشکل ہے، تمیز کر بھی لے تو پڑھنے کے لیے وقت کہاں سے لائے، بہت ساری کتابیں ریختہ میں پی ڈی ایف کی شکل میں مفت دستیاب ہیں، پھر قاری پیسے کیوں خرچ کرے، تھوڑا بہت وقت ملا تو ویب اور نیٹ پر گوگل سے رابطہ بنا لیا گیا اور جلد بازی میں مواد اخذ کرلیا، آپ کی بلا سے یہ مواد مستند ہیں بھی یا نہیں، ہو یہی رہا ہے، اس لیے کتابیں بکتی نہیں ہیں مفت میں بانٹی جاتی ہیں اور مفت بھی اہل ذوق اور ذی علم لوگوں تک پہونچانا ایک کام سا بن گیا ہے، اب تو مفت میں بھی اچھے قاری نہیں ملتے۔ ع۔ اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر۔

ابوظفر محمد ایوب انصاری رحمانی، حسامی ومظہری کو کسی نے میرا پتہ بتا دیا کہ وہ کتابوں کے مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں، اچھے قاری ہیں، اور قیمت دیں یا نہیں ایک عدد تحریر کتاب پر لکھ کر اس کی قیمت چکا دیتے ہیں، بس کیا تھا، دو کتاب اسلامی ارکان اور قرآنی قاعدہ ہاتھوں میں تھما یا، اصرار یہ کہ اس پر تبصرہ لکھ دیجئے، یہاں درجنوں کتابیں پہلے سے ہی منتظر کہ ان کا نمبر کب آئے گا، تاخیر پر تاخیر ہوتی گئی اور تقاضے میں فون پر فون آتا رہا، کتاب دینے کا ذکر جمیل ہوتا رہا اور تاخیر کی شکایت ہوتی رہی، یہ تبصرہ دراصل کتاب قبول کرلینے کی رسید ہے، آئندہ کے لیے یہ بھی عہد کیا کہ ساری کتابیں قبول نہیں کروں گا، اس لیے کہ سب کتابوں پر لکھنا میرے بس کا نہیں ہے۔

اسلامی ارکان نثر ونظم مع اردو قواعد میرے پیش نظر ہے، اس کتاب میں کچھ نظمیں تو ضرور ہیں، لیکن اردو قواعد آخری ایک صفحہ کو چھوڑ کر نظر نہیں آیا۔ میں نے خورد بین لگا کر دیکھا کہ شاید شوگر میری بینائی پر اثر انداز ہوگئی ہو، لیکن خورد بین سے بھی تلاشنے میں ناکام رہا تو تھک ہار کر بیٹھ گیا، کتاب میں اردو قواعد کی مشق وتمرین تو ہے لیکن یہ کس طرح بنتے ہیں، مثلا واحد سے جمع بنانیکا کیا قاعدہ ہے، ضد کسے کہتے ہیں اور اس کی تعیین کس طرح کی جاسکتی ہے، جملہ کس طرح بنتا ہے اور اس کے ارکان کیا ہوتے ہیں، لاحقہ، سابقہ کو سمجھایا نہیں گیا ہے اور اسے بنانے کی مشق دیدی گئی ہے، ہم صوت کا مفہوم مذکور نہیں، لیکن ہم صوت الفاظ لکھنے کا حکم موجود، مترادف الفاظ کی تشریح نہیں، مشق موجود، آخری صفحہ پر فعل، فاعل، مفعول، ماضی حال مستقبل، اسم معرفہ، اسم نکرہ، اسم ذات، اسم صفت، اسم مکبر اور اسم مصغر کی تعریف اور مثال موجود لیکن مشق وتمرین کی گنجائش نہیں، کتاب میں شامل دو نظموں کی وجہ سے اس کے نام میں نثر ونظم اور چند چیزوں کی تعریف کی وجہ سے اردو قواعد کا لاحقہ لگا دیا گیا ہے، کتاب اسلامی اسکول، مکاتب ومدارس کے طلبہ وطالبات کے لیے لکھی گئی ہے، لیکن کن درجات کے لیے ہے، خود مصنف کے ذہن میں اس کی تفصیل نہیں ہے، اس لیے کتاب کے مندرجات ومشمولات سے اس کا اتہ پتہ نہیں چلتا، خود مصنف نے سرورق پر اس کتاب کی تالیف کا مقصد ایمان کو مضبوط بنانے، عمل کا شوق پیدا کرنیاور سرکاری امتحانوں میں کامیابی دلانے والی کتاب قرار دیا ہے۔ جو مشق اور تمرینات دی گئی ہیں، ان میں بھی غلطیاں درآئی ہیں، مثلا صفحہ آٹھ پر خالی کو پُر کرنے کے لیے تیسرا جملہ اس طرح لکھا گیا ہے ''میں نے اللہ...... ایمان لایا'' اس میں واضح طور پر میں کے بعد ''نے'' زاید ہے، اس قسم کی مثالیں اور بھی ہیں، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک جملہ پر اکتفا کیا گیا ہے، اس کتاب کی اہمیت صرف یہ ہے کہ دینیات کے ساتھ اردو کا سبق ایک کتاب سے دیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے لیے استاذ کا باشعور ہونا ضروری ہوگا، باشعور استاذ بھی اب عنقا ہوتے جارہے ہیں، کتاب کی اشاعت مدرسہ اشرف العلوم بچھیار ضلع جموئی سے ہوتی ہے، جس کے بانی ومہتمم خود مصنف کتاب ہیں، ملنے کا پتہ اور ہدیہ مذکور نہیں ہے، چاہیں تو 9234572171 پر رابطہ کرکے کتاب حاصل کرسکتے ہیں۔

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

محبت الٰہی میں بھوک وپیاس کا گزر کہاں؟ ایک مرتبہ حضرت حسنین کریمینؓ بہت بیمار ہوئے، طبیعت سنبھل ہی نہیں رہی تھی، خاتون جنتؓ نے دونوں شہزادوں کی صحت یابی کے لئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگاتار نفلی روزہ رکھیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوں کو صحت عطا کردی، چنانچہ حضرت سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا، جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کے لئے فقط ایک روٹی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا کون تو جواب ملا کہ میں مسکین ہوں، بھوکا ہوں، اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے، میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارہ کرلیں گے، مگر ہمیں سائل کو خالی نہیں بھیجنا چاہئے، چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دیا اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کرلیا، صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی، دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا، مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کے لئے فقط ایک روٹی، جب افطار کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی، پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کے لئے مانگ رہا ہے، میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارہ کرلیں گے، مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں، چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی گئی اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیا، سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا، تیسرے دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے، مگر وہ بھی فقط اتنا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کرسکتے تھے، لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا، گویا کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اپنی حالت دگرگوں تھی، نقاہت بہت زیادہ تھی، بھوک کی شدت نے مضطرب کردیا تھا، مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا، لہٰذا تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دیدی، اپنے اوپر تنگی برداشت کرلی، مگر محبت الٰہی سے دل ایسا لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر بھی روٹی کی بات تھی، عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ (عشق الٰہی، ص:۴۶)

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

اذان بلالی پر مدنی پروانوں کا آہ وفغاں: ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ’’بلال! یہ کتنی سرد مہری ہے کہ تم ہم سے ملنے ہی نہیں آتے‘‘۔ یہ سنتے ہی حضرت بلالؓ کی آنکھ کھل گئی، انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوئے، مدینہ طیبہ پہونچے تو سب سے پہلے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام پیش کیا، اس کے بعد مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی، دن ہوا تو صحابۂ کرامؓ کے دل میں خیال ہوا کہ کیوں نہ آج ہم حضرت بلالؓ کی اذان سنیں، چنانچہ کئی صحابی نے ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا، لیکن انہوں نے انکار کردیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیوں کہ میں برداشت نہیں کرسکوں گا، مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمینؓ سے کہدیا کہ آپ بلالؓ سے فرمائش کریں، ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا، چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے زمانہ کی اذان سننی ہے، اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ حضرت بلالؓ کے لئے انکار کی گنجائش بالکل نہیں تھی، چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب حضرت بلالؓ اذان دینے لگے، جب انہوں نے اذان دینا شروع کیا اور صحابہ کرامؓ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے، حتی کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں، جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور مسجد نبویؐ کے باہر ہجوم لگ گیا، عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا ’’اماں! بلال تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آگئے، یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟ اس بات کو سنکر صحابۂ کرامؓ مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے۔ یہ محبت تھی جب دل میں بلالیؓ محبت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کردیا کرتے ہیں۔

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر سلامت رہے تیری روضہ کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذبِ ابوذر ہمیں بھی عطا ہو وہ روح بلالی

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے، ان کا نام تھا ابو ہاشم، امام احمد بن حنبلؒ ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے، یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبلؒ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے، جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبلؒ کئی دفعہ اپنا درس بھی موقوف کر کے کھڑے ہوجاتے اور ان کو پاس بٹھاتے، اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم، جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں، ان کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی دفعہ چھوڑ دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں، تو ایک شاگرد نے پوچھ لیا، کہ حضرت ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ نے عجیب عالمانہ جواب دیا، فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابو ہاشم عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے، امام صاحب ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم کوفی نہ ہوتے تو ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہوسکتا‘‘ (دوائے دل، ص:۲۲۹)

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

رمضان کے ادب پر ایمان وجنت نصیب: ’’نزہۃ المجالس‘‘ کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا، یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے، مگر کفار ان کے درمیان رہتے تھے، ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا، جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا، اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے، خیر بات آئی گئی، ہوگئی، اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے، جب اس مجوسی کا انتقال ہوگیا، تو ان بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے، وہ بڑے حیران ہوئے، اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں، وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کی وجہ سے ان کو ڈانٹا تھا، اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ نصیب فرمادیا، اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔ (خطبات ذوالفقار: ۲۶۹/۹)

یہ تو پستے کا فالودہ کھائے گا: حضرت امام ابو یوسفؒ زمانہ طالب علمی میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آئے، ماں نے تو بھیجا تھا کہ دھوبی کے پاس جاؤ اور کپڑے دھونا سیکھو، راستے میں کہیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہونچ گئے، حضرت نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ حضرت کے شاگرد بن گئے، حتی کہ علم میں بہت بڑا مقام حاصل کیا، ماں نے کہا میں نے تجھے دھوبی کے پاس بھیجا تھا، تیرا باپ فوت ہوگیا تو کچھ کام کرتا ہم کھاتے پکاتے انہوں نے آکر امام اعظمؒ کو یہ بات سنائی، حضرت نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں، جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے، انہوں نے جاکر کہہ دیا، ان کی والدہ کو تشفی نہ ہوئی تو وہ خود امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس آئیں اور کہا میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا، آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھارہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا، ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کے لئے بات کررہے ہیں، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی ہوگئی، والدہ صاحبہ مطمئن ہوگئیں، ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسفؒ چیف جسٹس بنے، آگے فرماتے ہیں کہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید میرے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا، حضرت میں نے آپ کے لئے ایک چیز بنوائی ہے، میں روز آپ کے لئے بھیجوادیا کروں گا، میں نے وہ چیز کھائی تو بڑی لذیذ تھی، میں نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگے حضرت یہ میرے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے، لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کے لئے یہ روزانہ آیا کرے گی، کہنے لگے میں نے پوچھا بتاؤ کہ ہے کیا؟ کہنے لگا کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے، فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کی بات مجھے یاد آئی کہ انہوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھارہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا، دیکھا اللہ تعالیٰ یوں رزق دیتے ہیں۔

عزت کپڑے سے نہیں علمی خزانے سے ملتی ہے: امام شافعیؒ ایک مرتبہ کسی حجام کے پاس بال کٹوانے کے لئے گئے، اس نے دیکھا کہ آپ نے میلے سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اسی دوران کوئی خوش لباس دنیادار سا بندہ اس کے پاس بال کٹوانے آیا، حجام کو توقع تھی کہ ادھر سے زیادہ پیسے ملیں گے، چنانچہ اس نے امام شافعیؒ کے بال کاٹنے سے انکار کردیا، کہ میں تو پہلے اس کے بال کاٹوں گا، آپؒ نے اپنے غلام سے پوچھا، بتاؤ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ عرض کیا، جی، تین سو دینار ہیں، آپؒ نے فرمایا: یہ پیسے اس کو ویسے ہی دیدو، حالانکہ بال کٹوانے کے لئے ایک یا دو دینار لگتے ہوں گے، جب آپؒ نے ویسے ہی تین سو دینار دیئے اور بال بھی نہ کٹوائے تو وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا، میں تو سمجھا تھا کہ آپ کے اوپر فقط گدڑی ہے، مگر سچ تو یہ ہے کہ گدڑی میں لعل چھپا ہوا تھا، اس کی بات سنکر امام شافعیؒ باہر نکل آئے اور تاریخی شعر ارشاد فرمائے۔

علی ثیاب لو یباع جمیعھا بفلس لکان الفلس منھن اکثرا

میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہوجائے مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

کتب بینی حسن نیت سے کیجئے: کسی شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے سوال کیا کہ حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہوجائیں، اس لئے ان کو وہ حقائق تو مل گئے، مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کردی، اس نے پوچھا، حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا، ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے، تیرا حکم جاننا چاہتا ہے، کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے، سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرامؓ میں تھی، سیدنا صدیق اکبرؓ نے اڑھائی سال کے اندر سورۂ بقرہ مکمل کیا، حالانکہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی، اس لئے ان کو تو صرف ونحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے، ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ان کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا۔

زبان پر تالہ ڈال لو: ایک صاحب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور وہ جب گفتگو شروع کرتے تو پھر رکنے کا نام نہیں لیتے، ایک قصہ بیان کیا، وہ ختم ہوا تو دوسرا قصہ سنانا شروع کردیا اور مسلسل اس طرح قصے پر قصے سناتے جاتے، حضرت مفتی برداشت کرتے رہتے تھے، ایک روز انہوں نے مفتی صاحب سے درخواست کی کہ میں آپ سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بیعت کرلیجئے، مفتی صاحب نے ان کی درخواست قبول کرلی اور بیعت فرمالیا، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ حضرت مجھے کوئی وظیفہ پڑھنے کیلئے بتادیں تاکہ میں اس کو پڑھتا رہوں، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ تمہارا ایک ہی وظیفہ ہے اور وہ یہ کہ زبان پر تالہ ڈال لو اور یہ زبان جو ہر وقت چلتی رہتی ہے، اس کو قابو میں کرلو، تمہارے لئے اور کوئی وظیفہ نہیں، چنانچہ انہوں نے جب زبان کو قابو میں کیا تو اسی کے ذریعہ ان کی اصلاح ہوگئی، بہت سے لوگوں کی بلاضرورت بک بک کرنے کی عادت ہوتی ہے، دوسروں کی باتیں کم سنتے ہیں اور اپنی باتیں زیادہ سناتے ہیں تو بزرگان دین ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے یہی تدبیر نکالتے ہیں، عہد نبوت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے احوال کو دیکھ کر وظیفہ تجویز فرماتے تھے، اسی سنت کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس مرید کو کم بولنے کا وظیفہ بتلایا۔

نمازِ تراویح.... رمضان المبارک کا ایک عظیم تحفہ

مولانا عبد المعید قاسمی

تراویح کی نماز مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ وقت عشاء کی فرض نماز اور دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد ہے۔ یعنی تراویح کی نماز اسی وقت پڑھنا درست ہے جب عشاء کی فرض نماز اور اس کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھی جا چکی ہو۔ تراویح عربی لفظ ہے، اور ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کہتے ہیں آرام کرنے کے لیے تھوڑی دیر بیٹھنا، چوں کہ یہ نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے، اور ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ ہوتا ہے، یعنی تھوڑی دیر بیٹھا جاتا ہے، اس طرح پوری تراویح میں کئی مرتبہ ترویحہ ہوتا ہے، اس لیے اس نماز کا نام تراویح پڑ گیا۔

ہمارے اسلاف تراویح طویل اور بہت سکون سے پڑھتے تھے اور ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ یعنی آرام کرتے تھے۔ تھوڑا دَم لے لینے کے بعد تازہ دَم ہو کر پھر مزید چار رکعت اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ ترویحہ کی حکمت یہی ہے کہ پوری تراویح تازہ دم رہتے ہوئے اور دل لگا کر قرآن سنتے ہوئے ادا کی جائے، رکوع، سجدہ، ہر رکن اچھی طرح ادا کیا جائے۔ وہ تراویح جو یَعلمُون اور تَعلمُون اور دَوڑ بھاگ، اٹھا پٹک کی شکل میں ادا کی جاتی ہے وہ نماز نہیں، کھلواڑ ہے۔ بے ضابطگی اور بے سلیقگی سے اچھے کام بھی خراب ہو جاتے ہیں، اس لیے کسی بھی عبادت اور عملِ خیر میں ذرا بھی بے ڈھنگا پن نہیں ہونا چاہیے۔ نماز تو وقار اور سکون سے ادا کی جانے والی عبادت ہے، اس میں عجلت خواہ قرآن پڑھنے میں ہو یا رکن کی ادائیگی میں ہو، درست نہیں ہے۔ تراویح میں عام طور سے لوگ تیز قرآن پڑھنے والے اور ہفتے دو ہفتے میں ختم کر دینے والوں کو پسند کرتے ہیں، جب کہ حروف کاٹ کر اور لڑ بڑا کر قرآن پڑھنے والوں کو رَد Reject کر دینا چاہیے، اور درست وعمدہ قرآن پڑھنے والے کو ترجیح دینا چاہیے۔

تراویح کی نماز رمضان المبارک کی خصوصیات میں سے ہے، یہ صرف اسی مہینے میں پڑھی جاتی ہے، اسے قیامِ رمضان بھی کہا جاتا ہے۔ ایک بڑی فضیلت والی نماز اور بھی ہے جسے قیامِ لَیل کہتے ہیں، اس سے مراد تہجد کی نماز ہے، یہ دونوں الگ الگ نماز ہیں۔ تہجد کی نماز کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، جب کہ تراویح سنت سے ثابت ہے۔ تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھی ہے، رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ بھی، رمضان میں یہ دونوں نماز (تراویح وتہجد) اپنے اپنے وقت پر ادا کی جاتی ہیں۔ قیامِ رمضان یعنی تراویح عشاء کی نماز کے بعد، اور قیامِ لَیل یعنی تہجد عموماً رات کے آخری حصے میں پڑھی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تراویح کی نماز عشاء کے بعد باجماعت ادا فرماتے اور تہجد کی نماز سحر کے وقت تنہا پڑھتے تھے۔ قیامِ لَیل یعنی تہجد کی نماز کی رکعتیں حدیث سے دو سے بارہ رکعات تک ثابت ہیں، تراویح کی رکعتوں کی تعداد حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں دو سال تین تین رات مسجد میں جماعت سے نماز پڑھائی ہے، لیکن ان حدیثوں میں رکعات کی تعداد کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے تراویح کی نماز تو ثابت ہے، لیکن رکعتوں کی کوئی متعین تعداد ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اتنی رکعتیں ہی پڑھی ہیں، نہ اس سے کم پڑھی ہیں اور نہ اس سے زائد پڑھی ہیں۔ بعض حضرات اس بابت جو احادیث پیش کرتے ہیں وہ تہجد کی نماز سے متعلق ہیں، تراویح کی نماز سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تراویح کی نماز باقاعدہ باجماعت پڑھنے کا نظام خلیفہؓ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں شروع ہوا۔ اس نظام میں تراویح کی بیس رکعتیں اجماعِ صحابہ سے ثابت ہیں۔ کسی مسئلے میں صحابہ کرام کا اتفاق یہ بھی شرعی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ علومِ شریعت کے ماہرین اور قرآن وحدیث میں پوری زندگی غور وخوض کرنے والے علماء ومحدثین، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد، حضرت امام شافعی اور جمہور علماء رحمھم اللہ کے نزدیک تراویح کی نماز بیس رکعت ہی ہے۔ تراویح کی نماز کے بارے میں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں دو سال رمضان المبارک میں باجماعت مسجد میں نماز پڑھائی ہے۔ دونوں سال تین تین رات ہی پڑھائی ہے۔ ایک سال مسلسل تین رات، دوسرے سال ایک ایک رات ناغہ کر کے رمضان المبارک کی تئیسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب کو پڑھائی ہے۔ اس طرح آپ نے دو سال میں صرف چھ راتوں میں یہ نماز ادا فرمائی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسجد میں الگ الگ تراویح کی نماز پڑھتے تھے، یہی نظام، اول خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور دوم خلیفہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد کے شروع میں چلتا رہا ہے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی باجماعت تراویح پڑھنے کا نظام شروع ہوا۔ روایت ہے: ”عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہم راہ مسجد کی طرف جا نکلا اور دیکھا کہ لوگ نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلا پڑھ رہا ہے، اور کچھ ایک ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ پھر اس رائے کو پختہ کر کے ان سب کو حضرت ابَی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا (کہ ان کے پیچھے نماز تراویح پڑھا کریں) پھر میں ایک دوسری رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، (یہ دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بہتر شکل ہے۔ (اور فرمایا کہ رات کے) جس حصے میں یہ سو جاتے ہیں وہ اس حصے سے افضل ہے جس میں یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، مراد رات کا آخری حصہ تھا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) لوگ رات کے اول حصے میں عبادت کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)۔ اس طرح عہد صحابہ سے آج تک پورے رمضان میں باجماعت تراویح کا نظام قائم ہے۔ اور عالم اسلام کے اکثر حصوں میں بیس رکعت تراویح کا ہی نظام چل رہا ہے۔

تراویح کا یہ اجتماعی نظام اپنے دامن میں بیش بہا بَرکات وثَمرات کو سَمیٹے ہوئے ہے۔ اس نظام کے طفیل لوگ رمضان المبارک کی راتوں میں عبادت کر لیتے ہیں۔ تراویح کی وجہ سے فرض نمازوں کا اہتمام بڑھ جاتا ہے۔ دیر رات تک اللہ کے گھر میں رکنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، اور پورا قرآن سننے کا سنہرا موقع مل جاتا ہے۔

تراویح کا یہ نظام قرآن کریم کے حفظ کا ایک محرِّک بن گیا ہے، اس نظام کی وجہ سے ہر مسلم بستی میں حافظِ قرآن کی ضرورت پیش آتی ہے، اور مسلمانوں نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جس شوق اور اِنہماک کا مظاہرہ کیا ہے، انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عہدِ نبَوی سے لے کر آج تک اتنی کثیر تعداد میں حُفّاظ کا موجود ہونا اس امت کی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں حفظ وقرآت کے شعبوں کو خصوصی حیثیت حاصل ہے، ان شعبوں سے حُفّاظ اور قرّا تیار ہو کر نکلتے رہتے ہیں۔ تراویح کے نظام کی وجہ سے حُفّاظ کرام قرآن کریم کا دَور کرتے رہتے ہیں اور رمضان کے قریب یہ شغف بڑھ جاتا ہے۔ رمضان کا مہینہ قرآن کا مہینہ ہے، تراویح کے نظام کی وجہ سے یہ روحانی نظارہ کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔ محلے کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں ایک ختم، بڑی مساجد میں ختم ہونے کے ساتھ، گھروں، بلڈنگوں، فلیٹوں اور فیکٹریوں میں بھی تراویح میں قرآن پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ مساجد سے لے کر گھروں تک قرآن کا نور پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہوتا ہے۔ یہ تراویح کی برکتیں ہیں۔ ان برکتوں کو جو جتنا زیادہ حاصل کر لے اس کی خوش نصیبی کا کیا پوچھنا۔

سیرت کے کچھ سبق جو بھلا دئے گئے

مولانا عبد السبحان ناخدا بھٹکلی ندوی

دنیا کی تجارت یہ کہتی ہے کہ عقلمند وہ ہے جو اپنا سامان زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے، اور دوسروں سے سامان کم سے کم قیمت پر خریدے، تجارتی میدان میں رحم ومروت تجارت کی موت ہے، لہٰذا کوئی حق ہے تو ایک ایک پائی وصول کی جائے اور اس بارے میں رحم وہمدردی کے الفاظ کو ہمیشہ کے لئے کھرچ کر پھینک دیا جائے، تجارتی لغت میں تو اس کی گنجائش ہے ہی نہیں، دل کی لغت سے بھی ان الفاظ اور معنی کو ہمیشہ کے لئے نکال باہر کیا جائے، دنیادار لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا شخص سب سے کامیاب اور پیشہ ور تاجر ہے، اس کی تجارت ٹھپ نہیں پڑ سکتی، سیرت کے ایک گوشے سے یہ آواز صدیوں سے آرہی ہے، اللہ رحم کرے اس فراخ دل پر جو خرید وفروخت اور پیسوں کے تقاضے کے وقت نرمی کا معاملہ رکھے۔

معاشرت یہ کہتی ہے کہ ایک کی دو سناؤ، بلکہ ایک کی دس سناؤ، تاکہ کوئی مائی کا لال یہ ہمت نہ کر سکے کہ تمہارے خلاف زبان کھولے، ناک اسی کی اونچی جس کی بدگوئی یا بدزبانی سے سب پناہ مانگیں، خوب کھری کھری سنا کر دل کی بھڑاس نکالنا بارعب ہونے کی علامت ہے، کوئی اگر مذاق اڑائے تو جواب میں اس کی نسلوں تک کی خبر لی جائے، ذرا سیرت کا یہ قرآنی نقشہ دیکھیں ارشاد ربانی ہے کہ: وہ آپ کو جب بھی دیکھتے ہیں مذاق کے نشانہ پر رکھتے ہیں، شب وروز تمسخر، صبح وشام طعنے، گالیاں اور آوارہ فقرے، مکہ کے تیرہ سال کے ساڑھے چار ہزار دنوں تک مستقل اور مسلسل یہی عمل مگر جواب میں کوئی گالی؟ کوئی سخت بات؟ کوئی دل آزار مذاق؟ کچھ بھی نہیں۔ جگر سوز خاموشی لہولہو دل سے ابھرتی ہوئی دعائیں، ہدایت کی تڑپ، سینہ کی وہ وسعت کہ سمندر بھی شرمندہ شرمندہ! شخصیت کی وہ عظمت کہ پہاڑ بھی سرنگوں!

میدان جنگ کا یہ اصول ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دو بلکہ اینٹ اٹھانے سے پہلے ہی پتھروں کی بارش کر دو، بغیر دیکھے بھالے بستیوں کی بستیاں تاراج کر دو، ملک کے ملک اجاڑ دو، آپ ہیرو، آپ وطن کے جیالے، آپ قوم کی عزت! بہادری آپ پر ختم! مظلوموں کے قتل عام کے بقدر آپ کے سینے پر تمغے آویزاں! دوسری طرف اسوۂ رسول: چہرہ خون سے تربہ تر، کونسا چہرہ؟ وہ جس سے مقدس چہرہ سورج کی کرنوں نے نہیں دیکھا۔ لہو بھی کیسا؟ وہ لہو جس کے ایک ایک قطرے پر کوثر وتسنیم کی نہریں قربان، عین میدان جنگ پھر بھی ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں، کوئی بددعا؟ ہرگز نہیں، بس دعا اور صرف دعا **اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون** (بارِالٰہا میری قوم کو معاف فرما دے یہ جانتی نہیں ہے۔)

میدان سیاست کا زریں اصول اور کامیاب سیاست کی پہلی اور آخری منزل یہ ہے کہ کام کے وقت سب سے پیچھے بلکہ غیر موجود، نام کے وقت سب سے آگے بلکہ ہر جگہ موجود، پہلے اپنی پیٹ بھرائی یہاں تک کہ بھرتے بھرتے ابکائی آجائے پھر ایک آدھ لقمہ عوام کے نام پر وہ بھی ہزار احسان۔ دوسری طرف نبوی سیاست کا وہ بے داغ اجلا نکھرا شفاف نمونہ: مجھے پسند نہیں کہ سونے کے ان سکوں کے ساتھ رات گزاروں، احد پہاڑ بھی سونے کا بنا دیا جائے تو تین دن سے پہلے پہلے بانٹ کر ختم کر دوں، غزوہ احزاب کے موقعہ پر سب کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک بلکہ اوروں سے آگے، بھوک کا عالم یہ کہ حضرات صحابہ کے پیٹ پر ایک ایک پتھر اور اس ذات اقدس کے پیٹ پر دو پتھر، جس کے لئے خدا کی پیش کش یہ تھی کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لئے بطحائے مکہ (مکہ کی سنگ ریزوں سے بچھی وادی) کو سونے کا بنا دیں جس کے جواب میں اس ہستی نے یوں کہا نہیں اے پروردگار میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن آسودہ رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں جب بھوک لگے تو تجھے یاد کروں اور گڑگڑاؤں جب آسودگی حاصل ہو تو تیرا شکر ادا کروں اور تیری تعریف کروں۔

نمائشی تقویٰ اور جھوٹی بزرگی یہ کہتی ہے کہ ہم کروفر کے ساتھ بیٹھے رہیں اور خلق خدا آ آ کر ہمارے قدموں پر گرتی رہے، دوسری طرف سیرت کے نقوش سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جسے یہ اچھا لگے کہ لوگ اس کے سامنے تعظیم کے ساتھ کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔ نخوت بھرے علم کو اصرار ہے کہ پیاسہ کنویں کے پاس آیا کرے ورنہ علم کی ایک بوند بھی کسی کے حلق میں ٹپکائی نہ جائے گی، دوسری طرف علم کے سمندر میں علم ودعوت کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے اس کا دائمی اعلان فرمایا: **بلغوا عنی ولو آیۃ** میری طرف سے پہنچاؤ چاہے علم کی ایک بات ہی کیوں نہ ہو، **الا فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعیٰ من سامع** سنو جو موجود ہے وہ غیر موجود تک بات کو پہنچا دے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ بات کو محفوظ رکھتا ہے۔ عورت کو جوتی کی نوک بنانے کا مردوں کو بڑا شوق رہتا ہے ”روز اول گربہ کشتن“ جیسی فضول مثال کو بعض نادانوں نے اپنے لئے نمونہ قرار دیا ہے اور خانگی زندگی کو جہنم بنا رکھا ہے، سیرت کے اس مبارک نمونہ کو یہ لوگ احمق بھول جاتے ہیں جس میں یہ بتایا گیا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہے اور میں تم میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہوں۔ یہ چند مثالیں دی گئی ہیں، ورنہ سیرت کے کتنے ایسے گوشے ہیں جن سے ہم اپنے دامن کو بھر نہ سکے، ایک مخصوص انداز سے سیرت پر بیانات کو ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سیرت کا حق ادا ہو گیا، نہ کہنے والے میں کوئی جذبہ نہ سننے والوں میں کوئی تڑپ، خانہ پری کی زندگی بسر کرنے کے ہم عادی ہو گئے ہیں، جب کہ سیرت کا مطالبہ یہ ہے کہ سر سے لے کر پیر تک اپنے آپ کو بدل دیا جائے جب تک یہ سوچ بیدار نہیں ہوگی تب تک کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا نہیں ہوگی، سیرت کے عالم بہت سارے ہیں اور سیرت کے واعظ ان سے بڑھ کر، لیکن سیرت کے نمونے خال خال ملتے ہیں وہ بھی بہت تلاش کرنے کے بعد، تعلیم سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے افکار سے ذہن ودماغ متاثر ہوتے ہیں، لیکن پورا انسان ڈھلتا ہے نمونوں کو دیکھ کر، دنیا کو ضرورت ایسے نمونوں کی ہے جو ناپید ہوتے جا رہے ہیں غور کیا جائے کہ فی الوقت ہم کہاں کھڑے ہیں۔ اللہ ہم پر فضل فرمائے۔

تاریخ مٹانے والوں کو سپریم کورٹ کی پھٹکار

معصوم مرادآبادی

ہندوستان سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے پر کمربستہ عناصر کو سپریم کورٹ نے زبردست پھٹکار لگائی ہے۔ملک میں تاریخی مقامات،شہروں اورشاہراؤں کے نام تبدیل کرنے کے لیے کمیشن قائم کرنے کی جو درخواست کی گئی تھی، اسے سپریم کورٹ نے سختی سے مسترد کر دیا ہے۔سپریم کورٹ نے اس عرضی کو خارج کرتے ہوئے جو طویل تبصرہ کیا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت فسطائی ٹولے کی ریشہ دوانیوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ جسٹس بی وی ناگارتنا اور جسٹس کے ایم جوزف کی بینچ نے کہا ہے کہ ماضی کو مت کریدیئے۔اس سے صرف فرقہ وارانہ ہم آہنگی متاثر ہوگی۔ہم ملک کو آگ میں نہیں جھونک سکتے۔عدالت نے عرضی گزار سے سوال کیا کہ آپ اس کے ذریعہ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ ہمارے ملک میں کئی دیگر مسائل ہیں جن پر توجہ دینا چاہئے اور آپ چاہتے ہیں کہ وزارت داخلہ نام بدلنے والا کمیشن تشکیل دے تاکہ مقامات اور سڑکوں کے نام تبدیل کیے جائیں۔

سبھی جانتے ہیں کہ جب سے مرکز میں بی جے پی نے مکمل اکثریت کے ساتھ اقتدار سنبھالا ہے تب سے نام بدلنے کی مہم چلی ہوئی ہے۔یہ نام وہ ہیں جو یا تو مسلم دورحکومت میں رکھے گئے تھے یا پھر انھیں انگریزوں نے رکھا تھا۔ شہروں،مقامات اورشاہراؤں کے نام بدل کر انھیں بی جے پی اور آرایس ایس لیڈروں کے نام پر رکھا جارہا ہے اور یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ یہ ملک صرف ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کی میراث ہے۔باقی جو بھی لوگ یہاں رہتے ہیں وہ ان ہی کے رحم وکرم پر ہیں۔بی جے پی کا خاص نشانہ مغل بادشاہوں کے ناموں پر رکھے گئے شہر اور مقامات ہیں۔حال ہی میں مہاراشٹر کے دوشہروں اورنگ آباد اور عثمان آباد کے نام تبدیل کیے گئے ہیں۔اس سے قبل راشٹر پتی بھون میں واقع مغل گارڈن کا نام تبدیل کر کے 'امرت ادیان' کر دیا گیا تھا۔یوپی کے شہر 'مغل سرائے' کو دین دیال اپادھیائے نگر، الہ آباد کو پریاگ راج اور فیض آباد کو ایودھیا کیا جاچکا ہے۔اسی طرح عثمان آباد کو 'دھارا شیوا'،اورنگ آباد کو چھترپتی سنبھاجی نگر، بھوپال کے حبیب گنج اسٹیشن کو رانی کملا پتی ریلوے اسٹیشن، ہوشنگ آباد کو نرمدا پورم کیا جاچکا ہے۔لکھنؤ کو لکشمن پوری اور علی گڑھ کو 'ہری گڑھ' کرنے کے مطالبات زوروں پر ہیں۔۔غرض یہ کہ مسلم ناموں کو مٹانے کی پوری مہم چل پڑی ہے۔

ناموں کو بدلنے کے لیے کمیشن تشکیل دینے والے اشونی اپادھیائے دہلی بی جے پی کے لیڈر اور پیشے سے سپریم کورٹ کے وکیل ہیں۔ان کا نام اشتعال انگیزی کرنے والوں میں سرفہرست ہے۔جنتر منتر پر ہوئے ایک ایسے ہی پروگرام کے سلسلہ میں انھیں گرفتار بھی کیا جاچکا ہے۔ان سب کے باوجود بی جے پی نے ان سے کبھی اظہار برات نہیں کیا۔سپریم کورٹ میں بطور وکیل وہ ایسی عرضیاں داخل کرتے رہتے ہیں جن کی ضرب مسلمانوں کے دستوری حقوق پر پڑتی ہو۔عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق قانون کو بھی انھوں نے ہی چیلنج کیا ہے۔اس کے علاوہ تین طلاق، یکساں سول کوڈ، تبدیلی مذہب، مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ اور اسی قسم کی دیگر عرضیوں پر بھی وہ سپریم کورٹ میں ایک فریق ہیں۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اشونی اپادھیائے اس مہم کا قانونی حصہ ہیں جو اس ملک میں مسلمانوں کی بنیادیں کھودنے کے لیے شروع کی گئی ہے۔شہروں اور مقامات کے نام تبدیل کرنے کی غرض سے کمیشن قایم کرنے کے لیے اپادھیائے نے جو عرضی داخل کی تھی، اس میں کہا گیا تھا کہ ملک میں مذہبی اہمیت کے ایسے بہت سے مقامات ہیں، جن کے نام غیر ملکی حملہ آوروں اور لٹیروں نے تبدیل کر دیے ہیں۔آج بھی ایسے کئی مقامات کے نام ان غیر ملکی حملہ آوروں یا ان کے متعلقین کے نام پر ہیں۔

اپادھیائے کی عرضی کو مسترد کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ نے بجا طور پر کہا ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے اور ماضی کی تاریخ سے موجودہ نسل کے تعاقب کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔سپریم کورٹ نے کہا کہ ہم ایک سیکولر فورم ہیں۔ ہمارا کام دستور اور تمام طبقات کا تحفظ کرنا ہے۔جب اپادھیائے نے بحث کے دوران یہ کہا کہ یہ معاملہ ہندوستانیوں کے وقار سے جڑا ہوا ہے تو اس پر جسٹس جوزف نے جواب دیا کہ آپ منتخب طور پر ماضی کو دیکھ رہے ہیں۔دستور کو اختیار کرنے کے بعد آج کا ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔عدالت نے مسلمانوں کا نام لیے بغیر کہا کہ آپ ایک مخصوص فرقہ کی طرف انگلی اٹھا رہے ہیں۔آپ اس فرقہ کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں، جو کہ سیکولرازم کے خلاف ہے۔جسٹس ناگارتنا نے یہ بھی کہا کہ ہندوازم ایک طرز زندگی ہے۔یہ کوئی مذہب نہیں ہے۔اس میں کوئی تعصب نہیں ہے۔ ہندوستان ہر کسی کو اپنے اندر جذب کرتا ہے۔چاہے وہ حملہ آور ہو یا دوست۔اسی وجہ سے ہم مل جل کر رہ پاتے ہیں۔پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی انگریزوں نے شروع کی تھی۔اس طرح کی درخواستوں کے ذریعہ ہندوستان کو نہیں توڑنا چاہئے۔ماضی میں جو کچھ ہوا اس طرف دیکھنا اور احتجاج کرنا ٹھیک نہیں ہے، اسے دفن کر دینا چاہئے۔سماج میں نفاق مت پیدا کیجیے۔

سپریم کورٹ کے تفصیلی تبصرے کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس بات کا اندازہ لگاسکیں کہ ملک میں صحیح اور تعمیری سوچ رکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ عدالتوں کی طرف سے اکثر حقیقت حال بیان کرنے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا جاتا۔نچلی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک ایسے منصف موجود ہیں جو سیاہ وسفید میں فرق کرنا جانتے ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ فسطائی ٹولہ انھیں بھی اپنی پراگندہ ذہنی کا نشانہ بنانے سے باز نہیں آتا۔آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں جب سپریم کورٹ نے بی بی سی کی دستاویزی فلم پر پابندی کے خلاف دائر عرضیوں پر مرکز کو نوٹس جاری کیا تھا تو اس پر آرایس ایس کے ترجمان 'پانچ جنیہ' میں سپریم کورٹ کی تنقید پر مبنی ایک اداریہ شائع ہوا تھا۔اس اداریہ میں کہا گیا تھا کہ ہند مخالف طاقتیں سپریم کورٹ کو اوزار کی طرح استعمال کر رہی ہیں۔اداریہ میں لکھا تھا کہ انسانی حقوق کے نام پر دہشت گردوں کو بچانے کی کوششوں اور ماحولیات کے نام پر ہندوستان کی ترقی میں خلل ڈالنے کے بعد اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ملک دشمن طاقتوں کو ملک کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلانے کا حق بھی ملنا چاہئے۔اس اداریہ میں لکھا ہے کہ سپریم کورٹ کو ملک کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنایا گیا تھا،لیکن یہ ملک دشمن طاقتوں کے ذریعہ اپنا راستہ صاف کرنے کے لیے اوزار کی طرح استعمال ہو رہا ہے۔مضمون کے مطابق سپریم کورٹ ملک کے ٹیکس دہندگان کے پیسے سے، ہندوستانی قانون اور ہندوستانیوں کی بھلائی کے لیے چلتا ہے۔آرایس ایس ترجمان کا یہ اداریہ دراصل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثال ہے۔اس اداریہ سے واضح ہوتا ہے کہ 'پانچ جنیہ' سپریم کورٹ کو اشونی اپادھیائے جیسے لوگوں مسلم دشمن لوگوں کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا اوزار بنانا چاہتا ہے۔سپریم کورٹ اس ملک میں انصاف، سیکولرازم، جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کے دستوری محافظ کے طور پر جو خدمات انجام دے رہا ہے، وہ لائق تحسین ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ کے انصاف پر مبنی فیصلوں سے فسطائی ٹولہ پریشانی محسوس کرتا ہے۔شہروں اور مقامات کا نام بدلنے والوں کو ان کی اوقات بتا کر سپریم کورٹ نے تاریخی کام کیا ہے۔

بی جے پی کی راہ آسان نہیں

شعیب رضا فاطمی

تین شمال مشرقی ریاست سمیت کچھ ضمنی انتخابات کے نتائج کے بعد سیاسی دنیا میں شور بہت بڑھ گیا ہے۔خاص طور پر بی جے پی کے خیمے میں افراتفری ہے۔کیونکہ ان انتخابات میں بی جے پی کی لاکھ کوششوں کے باوجود مودی لہر کے اثر کا کہیں پتہ نہیں چلا اور علاقائی پارٹیوں نے جم کر ووٹ سمیٹے۔اور نتیجہ یہ ہے کہ بی جے پی اب ان تمام علاقائی پارٹیوں کے کنبوں کو جوڑ کر سرکار بنانے کا دعویٰ کر رہی ہے۔اور لوک لاج بچانے کے لئے جشن بھی منا رہی ہے۔ان تینوں ریاستوں میں صرف وہاں کی علاقائی پارٹیوں نے ووٹ نہیں حاصل کئے بلکہ بنگال بہار اور مہاراشٹر کی علاقائی پارٹیوں کے امیدوار بھی کامیاب ہوئے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ نریندر مودی اور امت شاہ کے چہرے پر شکنوں کا جال ہے۔سنجیدہ سیاسی مبصرین نے تو اب یہ بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ شمال مشرقی ریاستوں میں بھی اگر مودی کا جادو نہیں چلا اور کلین سویپ نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے اب مودی نام کے جادو کا کوئی وجود نہیں۔اور یہ بات بی جے پی کے لئے پریشانی کا سبب ہے۔حالانکہ ابھی 2024 سے قبل کئی ریاستوں میں انتخاب ہونا ہے۔لیکن تقریباً تمام سیاسی پارٹیوں کی توجہ اب 2024 کے عام انتخاب کی تیاریوں کی جانب مبذول ہوچکی ہے۔لیکن ان ساری تیاریوں کا محور یا تو بی جے پی ہے یا کانگریس۔بی جے پی اور عام آدمی پارٹی کے ذریعہ چاہے لاکھ اعلان کر دیا جائے کہ کانگریس کا وجود ختم ہو چکا ہے۔کانگریس ختم نہیں ہوسکی ہے۔اور وہ ہر انتخاب میں اپنے وجود کا احساس کرا رہی ہے۔کانگریس پر سب سے زیادہ حملہ کرنے والی پارٹیوں میں ایک ترنمول کانگریس کے گڈھ بنگال کے ضمنی انتخاب میں کانگریس کی کامیابی سے ترنمول کانگریس کو اپنا مسلم ووٹ بینک بھی درکتا نظر آرہا ہے۔اور کرناٹک کے اسمبلی انتخاب کے بارے میں جو سروے آرہا ہے اس سے بھی اپوزیشن اتحاد میں کانگریس کی اہمیت کا اندازہ ہونا شروع ہو چکا ہے۔اور بی جے پی اور کانگریس دونوں سے دوری اختیار کرنے والی پارٹیوں کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہونے لگا ہے۔حالانکہ چھتیس گڈھ کے قومی کنونشن میں کانگریس نے یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ 2024 کے عام انتخاب میں کانگریس تمام اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ مل کر بی جے پی کو اقتدار سے بے دخل کرے گی۔اور اب تو کانگریس صدر نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ کانگریس اپوزیشن اتحاد کی قیادت کرے یہ بھی ضروری نہیں لیکن اپوزیشن میں موجود کم از کم دو پارٹیاں 'آپ' اور ترنمول کو کانگریس کسی بھی قیمت پر قبول نہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ 'آپ' کے ڈپٹی سی ایم منیش سسودیا کی گرفتاری پر وزیر اعظم کو اپوزیشن جماعتوں نے جو خط لکھا ہے اس پر کانگریس نے دستخط نہیں کئے ہیں۔دستخط تو جے ڈی یو کے کسی لیڈر نے بھی نہیں کئے ہیں لیکن سب کی نظر کانگریس کی طرف ہے کہ آخر وہ کس قسم کا اپوزیشن اتحاد چاہتی ہے کہ ایک کامن ایشو پر بھی وہ اپنے آپ کو تمام پارٹیوں سے الگ کر رہی ہے۔حالانکہ کانگریس نے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ شراب گھوٹالے پر چونکہ اس کا اسٹینڈ 'آپ' کے حق میں نہیں ہے اس لئے وہ منیش سسودیا کی گرفتاری پر خاموشی اختیار کر رہی ہے۔کانگریس نے دوسری وجہ یہ بھی بتائی کہ چونکہ ای ڈی اور سی بی آئی کی جانب سے جب کانگریس لیڈروں پر حملہ ہوتا ہے اور ان پر ریڈ ہوتا ہے تب 'آپ' کا اس کے خلاف کوئی بیان نہیں آتا ایسے میں کانگریس سے یہ کیسے پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کے لیڈر کی گرفتاری پر خاموش کیوں ہے؟

لیکن ان سب کے باوجود یہ دیکھا جارہا ہے کہ بی جے پی کے خلاف حزب اختلاف پوری طرح چاق وچوبند ہے۔سارے اپوزیشن کی نظریں مہاراشٹر اور بہار پر ہیں جہاں 2019 میں بی جے پی نے ایک طرح سے کلین سویپ کیا تھا لیکن اب وہاں کے سیاسی منظرنامہ میں یکسر تبدیلی ہوچکی ہے اور مہاراشٹر میں جہاں این سی پی شیوسینا اور کانگریس مل کر بی جے پی کو سنگل ڈیجیٹ تک پہنچا سکتی ہے وہیں بہار میں بھی جے ڈی یو، آر جے ڈی، کانگریس اور لیفٹ فرنٹ مل کر بی جے پی کو بری طرح شکست دینے کی حالت میں ہیں۔مبصرین کا کہنا ہے کہ بہار کا اثر جھارکھنڈ اور مغربی بنگال پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔بی جے پی کو بھی یہ تشویش ہے اور اسی لئے اس کی پوری کوشش ہے کہ کسی بھی صورت میں اپوزیشن کا اتحاد قائم نہ ہو۔وہ بار بار کانگریس کے راہل گاندھی کو نشانہ بنا رہی ہے لیکن کانگریس نے نہایت خوبصورتی سے اپوزیشن اتحاد کی قیادت سے خود کو پیچھے کر کے بی جے پی کے داؤ کو ناکام کر دیا ہے۔شرد پوار پہلے ہی یہ کہہ چکے ہیں کہ ساری پارٹیاں اگر اپنی اپنی ریاست سے بی جے پی کو نکالنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو پھر بی جے پی کا مرکزی اقتدار میں آنا ناممکن ہو جائے گا اور مہاراشٹر میں وہ اسی نہج پر کام بھی کر رہے ہیں۔

ان سارے حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بھلے ہی 2024 کے عام انتخاب میں یوپی اے فعال نہ ہو لیکن این ڈی اے کا وجود بھی نہیں ہوگا اور بی جے پی کو پورے ملک میں اپنے دم خم پر ہی انتخاب جیتنا ہوگا۔

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

تعلیم و روزگار

کیا بھارت طالبان حکام کو قیادت اور ثقافت کی تربیت دے گا؟

بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان اریندم باغچی نے جمعرات کے روز معمول کی پریس بریفنگ کے دوران بتایا کہ کابل میں طالبان حکومت کو تسلیم نہ کرنے کے حوالے سے نئی دہلی کے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ وہ ان خبروں پر تبصرہ کر رہے تھے کہ افغانستان خارجہ پالیسی کے ایک ادارے، انسٹی ٹیوٹ آف ڈپلومیسی، نے اپنے عہدیداروں سے انڈین ٹیکنیکل اینڈ اکنامک کوآپریشن (آئی ٹی ای سی) کے آن لائن تربیتی پروگرام میں حصہ لینے کے لیے کہا ہے۔ آئی ٹی ای سی کا مجوزہ کورس حکومتی ادارے انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ، کوزی کوڈ کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ افغان انسٹی ٹیوٹ آف ڈپلومیسی نے اپنے بیان میں اپنے عہدیداروں کو آئی ٹی ای سی کے پروگرام کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ مذکورہ کورس کے متعلق انہیں کابل میں بھارتی سفارت خانے سے ایک غیر دستخط شدہ خط بھی موصول ہوا ہے۔

اریندم باغچی کا کہنا تھا کہ کسی ایسے ادارے کو جسے ہم تسلیم نہیں کرتے اس کے ساتھ اس طرح کا خط بھیجنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھارت نے گو کہ افغانستان میں طالبان حکومت کو اب تک تسلیم نہیں کیا ہے تاہم ملک کو انسانی امداد فراہم کر رہا ہے۔ آئی ٹی ای سی کی ویب سائٹ کے مطابق طالبان کے رہنما بھارت کے اقتصادی ماحول، ریگولیٹری سسٹم، قائدانہ صلاحیت، سماجی اور تاریخی پس منظر، ثقافتی وراثت، قانونی اور ماحولیاتی منظر نامہ، صارفین کی ذہنیت اور تجارتی خطرات کے بارے میں سیکھیں گے۔ آئی ٹی ای سی بھارت کا صلاحیت سازی کے قدیم ترین اداروں میں سے ایک ہے۔ اس کا قیام 1964 میں عمل میں آیا تھا اور یہ اب تک سویلین اور دفاعی شعبوں میں 160 سے زائد ملکوں کے دو لاکھ سے زائد افراد کو تربیت دے چکا ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

امریکہ اور برطانیہ کے بعد نیوزی لینڈ میں بھی ٹک ٹاک پر پابندی

نیوزی لینڈ نے بھی دیگر مغربی ملکوں کی تقلید کرتے ہوئے سکیورٹی اسباب کی بنا پر ویڈیو شیئرنگ ایپ ٹک ٹاک پر پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ سائبر سکیورٹی خدشات کے مدنظر کینیڈا، آسٹریلیا، برطانیہ اور امریکہ کی حکومتوں نے پہلے ہی سرکاری آلات میں چینی کمپنی بائٹ ڈانس کی ملکیت والے ویڈیو شیئرنگ ایپ ٹک ٹاک کے استعمال پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اب نیوزی لینڈ کے پارلیمانی نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرنے والے تمام آلات میں ٹک ٹاک پر ۳۱/ مارچ سے پابندی لگادی جائے گی۔ نیوزی لینڈ کی پارلیمانی خدمات کے سربراہ رفائل گونزالویز مونٹرو نے بتایا کہ سائبر سکیورٹی کے ماہرین کے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ ٹک ٹاک پر پابندی کا سلسلہ ۲۰۲۰ء میں اس وقت شروع ہوا جب پہلی مرتبہ بھارت نے اس پر پابندی عائد کی تھی۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

برطانیہ میں ارب پتی بزنس مین نے اسلام قبول کیا

برطانیہ کے امیر ترین تاجروں میں سے ایک "ایلفی بیسٹ" اسلام کی حقانیت کے قائل ہو کر دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ موبائل کی ایک چھوٹی دکان سے پوری کمپنی بنانے اور دنیا کے امیر ترین افراد کی فہرست میں شامل ہونے والے الفریڈ ولیم بیسٹ نے چند ماہ قبل ایک تصویر شیئر کی تھی جس میں وہ مسجد میں کھڑے ہیں۔ انھوں تصویر کا کیپشن لکھا تھا کہ "جسے اللہ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔" یہ تصویر غالباً اُن دنوں کی ہے جب الفریڈ جیسے کامیاب بزنس مین دل کا سکون اور روح کی راحت کی تلاش میں نکلے تھے اور ان کے حق کی تلاش کا یہ سفر انھیں مذہب اسلام تک لے گیا تھا۔ خیال رہے کہ برطانیہ میں ہونے والی حالیہ مردم شماری میں انکشاف ہوا تھا کہ مملکت میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔ (نیوز ایکسپریس)

فی الحال تمام یو جی اور پی جی کورس کے لیے CUET لازم نہیں: جے ایم آئی

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے 20 پروگراموں کے علاوہ انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز میں داخلے کے لیے کامن یونیورسٹی انٹرنس ٹیسٹ (CUET) کو نافذ نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جس میں یونیورسٹی کے قوانین میں تبدیلی کے لیے وقت کی کمی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سال بی ایس سی (آنرز) فزکس، بی ایس سی (آنرز) کیمسٹری سمیت کل 20 کورسز کامن یونیورسٹی انٹرنس ٹیسٹ کے ذریعے داخلے کی اجازت دیں گے، جو پچھلے تعلیمی سال سے 10 زیادہ ہیں۔ یونیورسٹی نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو خط لکھ کر تازہ ترین فیصلے کے بارے میں مطلع کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ تعلیمی سال 25-2024 سے تمام کورسز میں کامن یونیورسٹی انٹرنس ٹیسٹ انڈر گریجویٹ کو نافذ کرے گی کیونکہ اسے داخلہ کے قوانین میں تبدیلی کے لیے کافی وقت درکار ہے۔

یو جی سی نے انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ پروگراموں میں داخلے کے لیے گزشتہ سال کامن یونیورسٹی انٹرنس کو متعارف کرایا۔ تاہم جامعہ ملیہ اسلامیہ (JMI) نے اپنے تمام انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز کے لیے کامن یونیورسٹی انٹرنس کو نہیں اپنایا ہے۔ حال ہی میں یو جی سی نے جے ایم آئی سے کہا کہ وہ کامن یونیورسٹی انٹرنس یو جی کو تعلیمی سیشن 24-2023 سے تمام کورسز میں نافذ کرے۔ یو جی سی کو اپنے جواب میں یونیورسٹی نے بتایا کہ وہ کامن یونیورسٹی انٹرنس یو جی اور پی جی کے ذریعے صرف 20 کورسز میں داخلہ لے گی۔ اس میں 15 انڈر گریجویٹ کورسز اور 5 پوسٹ گریجویٹ کورسز شامل ہیں۔ جے ایم آئی کئی پروگراموں میں داخلہ کی پیشکش کرتا ہے جس کا تعین یونیورسٹی کی طرف سے کئے جانے والے داخلہ ٹیسٹ کے ذریعے کیا جاتا ہے اور جہاں بھی قابل اطلاق ہوتا ہے، اس کے بعد انٹرویو اور یا دیگر اجزاء شامل ہوتے ہیں۔

یونین پبلک سروس کمیشن میں متعدد عہدوں پر بھرتیاں، رجسٹریشن شروع

یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) نے ڈپٹی ڈائریکٹر اور دیگر عہدوں کے لیے امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں۔ اہل امیدوار یونین پبلک سروس کمیشن کی آفیشل سائٹ upsc.gov.in کے ذریعے آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ رجسٹریشن کا عمل 11 مارچ 2023 سے شروع ہو چکا ہے اور 30 مارچ 2023 کو ختم ہوگا۔ اس بھرتی مہم کے تحت یونین پبلک سروس کمیشن میں 45 آسامیاں پر ہوں گی۔

آسامیوں کی تفصیلات: جوائنٹ ڈائریکٹر: 3 پوسٹس، ہارٹیکلچر سپیشلسٹ: 1 پوسٹ، اسسٹنٹ ہارٹیکلچر سپیشلسٹ: 2 پوسٹس، مارکیٹنگ آفیسر: 5 پوسٹس، اکنامک آفیسر: 1 پوسٹ، سینئر ڈیزائن آفیسر: 5 پوسٹس، اسپیشلسٹ گریڈ III: 10 پوسٹس، ڈپٹی ڈائریکٹر مائنز سیفٹی: 18 پوسٹس

اہلیت کا معیار: جو امیدوار اس پوسٹ کے لیے درخواست دینا چاہتے ہیں وہ دستیاب تفصیلی نوٹیفکیشن کے ذریعے تعلیمی قابلیت اور عمر کی حد کو چیک کر سکتے ہیں۔

درخواست کی فیس: امیدواروں کو 25 روپے فیس ادا کرنا ہوگی۔ صرف نقد میں یا ایس بی آئی کی نیٹ بینکنگ سہولت کا استعمال کر کے یا ویزا/ ماسٹر کریڈٹ/ ڈیبٹ کارڈ استعمال کر کے یہ رقم ادا کی جا سکتی ہے۔ ایس سی، ایس ٹی، پی ڈبلیو بی ڈی خواتین امیدواروں کے لیے کوئی درخواست فیس نہیں ہے۔

دیگر تفصیلات: انٹرویوز میں زمرہ کے لحاظ سے کم از کم مناسبیت کی سطح کو جانچا جائے گا۔ اس سے قطع نظر کہ انتخاب صرف انٹرویو کے ذریعے کیا گیا ہے یا بھرتی ٹیسٹ کے بعد انٹرویو کے ذریعے UR/ EWS-50 نمبر، OBC-45 نمبر، SC/ ST/ PwBD-40 ہونا ضروری ہے۔ متعلقہ تفصیلات کے لیے امیدوار یو پی ایس سی کی آفیشل سائٹ کو دیکھ سکتے ہیں۔

ماہ مبارک میں کلام مقدس سے رشتہ مضبوط ہو، تراویح میں تلاوت قرآن کے تقاضے پورے کیے جائیں: مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

مورخہ 11 مارچ کو مدرسہ دارالسلام اکرام نگر بنی گیر مونگیر میں آٹھ حفاظ کرام کی دستار بندی کے موقع پر امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی کی صدارت میں اجلاس عام کا انعقاد ہوا، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے عوام و خواص کو ماہ رمضان کے متعلق اہم رہنمائی فرمائی۔ حضرت امیر شریعت نے عوام سے اپیل کی کہ وہ ماہ مقدس کا زیادہ تر وقت قرآن مجید کی تلاوت، اس کو سیکھنے اور سمجھنے میں گزاریں، ماہ مقدس میں کلام مقدس سے رشتہ مضبوط ہونا ضروری ہے۔ تاکہ پورے سال اس کے اثرات اور ثمرات ہماری زندگی پر نظر آئیں۔ ماہ مبارک کا قرآن مجید سے خاص تعلق ہے، اس بنیاد پر راتوں میں تراویح کا بھی اہتمام ہوتا ہے، لیکن یہ عام شکایت ہے کہ تراویح میں حفاظ تلاوت قرآن کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے، ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کیا جائے۔ زیادہ رفتار اور جلد سنانے کی وجہ سے بڑی بے ادبی ہوتی ہے، اور تلاوت کا حق ادا نہیں ہو پاتا۔ اس کی طرف حفاظ کرام کے ساتھ ساتھ مسجد کمیٹی اور عوام کو بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ طلبہ مدارس تعطیل کے ایام کو اپنی تعلیمی مصروفیت میں استعمال کریں۔ حضرت امیر شریعت نے حافظ ہونے والے طلبہ، ان کے والدین، اور اساتذہ کو مبارکباد دیتے ہوئے طلبہ مدارس کو قیمتی نصیحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اب جو تعطیل کے ایام آرہے ہیں، ان کو بھی اپنی تعلیمی مصروفیت میں استعمال کریں، تاکہ تعلیم اور تعلم سے آپ کا رشتہ برقرار رہے۔ انہوں نے طلبہ کے والدین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تعطیل کے ایام میں بھی اپنے بچوں کی تربیت اور ان کی تعلیم پر توجہ جاری رہنی چاہیے۔

کم سے کم دنوں میں تراویح میں قرآن مجید سنانے اور سننے کی روایت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے مزید فرمایا کہ کم دنوں میں تراویح مکمل کرنے اور کم دنوں میں مکمل کرانے کی جو روایت چل پڑی ہے، اس سے بڑی کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔ حفاظ چاہتے ہیں کہ کم وقت میں زیادہ پارے سنا کر پانچ دن، دس دن میں قرآن مکمل کر لیا جائے چوں کہ عوام کا تقاضا ہوتا ہے کہ وقت کم لگے اس لیے بعض اوقات حفاظ کی یہ مجبوری ہوتی ہے، اس لیے حفاظ کرام اور عوام و مسجد کمیٹی کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کہیں ہم اللہ کے کلام کے ساتھ زیادتی کر کے اجر کے بجائے گناہ تو مول نہیں لے رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ تراویح میں مکمل قرآن مجید پڑھنا اور سننا دونوں مستقل عبادت ہے، لیکن کم دنوں میں جہاں تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہوتی ہے وہاں تکمیل تلاوت کے بعد لوگ تراویح میں نہیں آتے ہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے تراویح مکمل کر لی حالاں کہ دونوں عبادت مستقل ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل کے بعد بھی پورے ماہ تراویح کا اہتمام کرنا چاہیے۔ بلکہ کوشش ہو کہ پورے ماہ میں قرآن مجید مکمل کیا جائے تاکہ تلاوت کے آداب و اصول پر عمل ہو سکے۔ اور عوام پورے ماہ تراویح کا اہتمام کر سکیں۔ اجلاس سے جامعہ رحمانی کے استاذ حدیث جناب مولانا جمیل احمد مظاہری، رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری جناب مولانا ظفر عبدالرؤف رحمانی، جناب مولانا ایوب نظامی قاسمی بانی و مہتمم مدرسہ صوت القرآن پٹنہ، جناب مولانا محمد مشیر الدین رحمانی سربراہ اقلیتی ہاسٹل مونگیر، جناب مولانا امان اللہ مظاہری مہتمم مدرسہ اسلامیہ قاسم العلوم بیگوسرائے، جناب مولانا سیف الرحمٰن ندوی استاذ جامعہ رحمانی مونگیر نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس کا آغاز جناب قاری نظام الدین کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا، مولانا منظر قاسمی رحمانی نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گلہائے عقیدت پیش کیا۔ نظامت مولانا محمد تنویر حسین ندوی نے کی۔ جب کہ جامعہ رحمانی کے شعبہ صحافت کے سربراہ جناب فضل رحماں رحمانی نے فکر و نظر چینل کے ذریعہ اجلاس کے پیغام کو دور تک پہونچا کر اس کا استفادہ عام کیا۔ اجلاس میں خانقاہ رحمانی سے جناب حاجی عارف رحمانی جنرل سکریٹری جامعہ رحمانی، جناب حافظ محمد احتشام رحمانی، جناب حافظ محمد امتیاز رحمانی ناظم دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا محمد اسلم رحمانی بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص نے شرکت کی۔ اس موقع پر ایک چھوٹی بچی حبیبہ قمر نے قرآن مجید کی شاندار تلاوت کی جس پر خوش ہو کر حضرت امیر شریعت نے اسے بطور حوصلہ افزائی انعام سے بھی نوازا۔ آخر میں اجلاس حضرت امیر شریعت کی دعاء پر ختم ہوا۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ہم سب اپنے بڑوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں: حضرت امیر شریعت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی سیاسی بصیرت پر شہر بتیا میں منعقد سمینار سے حضرت امیر شریعت کا اظہار خیال

جناب ذاکر بلیغ ایڈوکیٹ رکن شوریٰ وعاملہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ وسکریٹری تنظیم امارت شرعیہ ضلع مغربی چمپارن کی تحریک پر شہر بتیا، مغربی چمپارن میں حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی سیاسی بصیرت کے عنوان پر ۵/مارچ ۲۰۲۳ء کو امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی صدارت میں ایک کامیاب سمینار منعقد ہوا، جس میں ملک بھر کے متعدد ممتاز اسلامی اسکالر نے شرکت کی اور اپنا مقالہ پیش کیا، اس موقعہ پر اپنے صدارتی خطاب میں حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی نے فرمایا کہ اس طرح کے سمینار کرنے سے بڑوں اور بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے کہ ہم بھی اسی عزم وحوصلے کے ساتھ آگے بڑھیں اور ملت کی خدمت کریں، اس سمینار میں امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب، قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب، مولانا سید شاہ تقی الدین فردوسی خانقاہ منیر شریف، مولانا وارث ریاضی صاحب، مولانا ادریس ندوی صاحب، مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا شمیم اکرم رحمانی صاحب معاون قاضی شریعت، ڈاکٹر ابوبکر عباد، پروفیسر صفدر امام قادری، مولانا مفتی ریاض احمد قاسمی جامعہ رحمانی مونگیر، حافظ امتیاز رحمانی، مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی لکھنؤ، مولانا ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ڈاکٹر مفتی محمد نصر اللہ ندوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ڈاکٹر سید شجاع الدین قادری مدھیہ پردیش، ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی رام لکھن سنگھ کالج بتیا، ڈاکٹر محمد اعجاز احمد سابق چیئر مین مدرسہ بورڈ، ڈاکٹر ریحان غنی، شاہنواز بدر قاسمی، ڈاکٹر طیب نعمانی کولکاتا، مولانا سید محمد عادل فریدی صاحب، مولانا منہاج عالم ندوی کے علاوہ متعدد اصحاب قلم نے شرکت کی اور اپنے قیمتی مقالات پیش کئے۔ جبکہ وزیر اعلیٰ بہار جناب نتیش کمار، نائب وزیر اعلیٰ جناب تیجسوی یادو، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی، مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔ سمینار کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سمینار میں پڑھے جانے والے مقالات کو کتابی صورت میں طبع کر دیا گیا اور رسم اجرا کے بعد مقالہ نگاروں کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس کے لئے داعی سمینار جناب ذاکر بلیغ ایڈوکیٹ اور جناب صفدر امام قادری مبارک باد کے مستحق ہیں۔ سیمینار کی نظامت جناب پروفیسر صفدر امام قادری نے کی، جبکہ جناب ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ صاحب کنوینر سیمینار نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جناب فہد رحمانی صاحب، جناب حافظ احتشام رحمانی، جناب حاجی احسان الحق رکن شوریٰ امارت شرعیہ، جناب عارف اقبال صاحب صحافی ای ٹی وی بھارت، مولانا قاضی نثار احمد قاسمی قاضی شریعت بتیا، مولانا مفتی عین الحق امینی قاسمی، مولانا اشتیاق حیدر قاسمی قاضی شریعت بسوریا، جناب محمد شمشیر عالم دہلی کے علاوہ بڑی تعداد میں اہل علم، دانشوران، صحافی اور سیاسی وسماجی شخصیات نے سیمینار میں شرکت کی۔

تعلیمی ترقی کے لئے اساتذہ وطلبہ کی سو فی صد حاضری ضروری۔ حضرت امیر شریعت

مورخہ ۱۰/مارچ ۲۰۲۳ء کو امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے امارت شرعیہ کے ذریعہ قائم شدہ اسکولوں کے ذمہ داران اور اساتذہ کے ساتھ ایک اہم میٹنگ کی۔ جس میں حضرت امیر شریعت نے تعلیم کی اہمیت وافادیت کو سامنے رکھتے ہوئے طریقہ تدریس میں جدت لانے اور اساتذہ کو نئے نئے طریقوں سے پڑھانے کے سلسلے میں ہدایات دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ فی الوقت تعلیم وتعلم کے جو طریقے اسکولوں میں رائج ہیں اس سے ہٹ کر کچھ نئے طریقوں کو اپنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مثلا بچوں کی رٹنے، رٹانے کی عادت کو چھڑا کر سوچنے سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت کو پروان چڑھانا، بچوں کے ذہن میں کھوجی صفت پیدا کرانا، بچوں کا نصابی وہم نصابی سرگرمیوں میں تقابل کرانا، بچوں کو اردو ہندی کے علاوہ عربی اور انگریزی زبانوں میں لکھنے، پڑھنے اور بولنے میں مہارت پیدا کرانا وغیرہ۔ اس موقع آپ نے اساتذہ سے فرمایا کہ آپ تمام وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے امت کو اوپر اٹھانے کا موقع فراہم کیا ہے، اسکول کی ترقی، ضرورتوں کی تکمیل اور نئے اسکولوں کے قیام کے لئے قائم شدہ اسکولوں میں سالانہ آمد کا بڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اس وقت امارت شرعیہ کے بینر تلے ۱۱/عدد اسکول چل رہے ہیں ظاہر بات ہے کہ یہ قلیل تعداد امارت شرعیہ کے چاروں صوبوں بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں بسنے والے مسلمانوں کی آبادی کے تناسب میں ناکافی ہے۔ اس تعداد کو آگے بڑھانے میں آپ سب لوگ بھی اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے بعد حضرت نے تمام اسکولوں کے اساتذہ اور ذمہ داران سے اسکولوں کی صورتحال تفصیلی طور پرسنی اور مناسب احکامات صادر فرمائے اور فرمایا کہ اسکولوں کی تمام ضرورتیں دھیرے دھیرے ان شاء اللہ پوری ہوں گی۔ اس موقع پر مولانا انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، مولانا محمد ابو الکلام شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ ونگراں امارت پبلک اسکول، جناب حافظ احتشام رحمانی صاحب رکن شوریٰ وعاملہ امارت شرعیہ، جناب راشد نجمی انچارج پرنسپل قاضی نور الحسن امارت پبلک اسکول پھلواری شریف، پٹنہ، مولانا محمد سہیل سجاد قاسمی انچارج امارت پبلک اسکول نگڑی، رانچی، ماسٹر تنویر صاحب انچارج پرنسپل امارت پبلک اسکول گریڈیہہ، مولانا اشتیاق احمد ندوی انچارج پرنسپل امارت پبلک اسکول پورنیہ، مولانا نذر الاسلام رشیدی انچارج امارت انٹرنیشنل اسکول اربا، رانچی، ماسٹر یسین ثاقب انچارج مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ہائی اسکول آسنسول، مولانا محمد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبید الرحمٰن ندوی، مولانا روح الامین، مولانا یوسف اور ماسٹر جاوید نے شرکت کی۔ اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ اس وقت آپ تمام حضرات مشورہ کریں اور اسکولوں کی بہتری کے لئے مناسب لائحہ عمل طے کریں اور بتائی گئی باتوں کے مطابق انہیں زمین پر اتاریں۔

حضرت کی ہدایات اور اہداف کی تکمیل کے لئے ۱۱/۳/۲۰۲۳ء کو قاضی نور الحسن امارت پبلک اسکول پھلواری شریف، پٹنہ میں زیر صدارت مولانا محمد ابو الکلام صاحب شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ ونگراں امارت پبلک اسکول اساتذہ وانچارج حضرات کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی۔ اس میں حضرت کی ہدایات پر عمل درآمد کے لئے غور وخوض کیا گیا اور سب لوگوں نے عزم کیا کہ ان شاء اللہ حضرت کے ہدایات کو اپنے اپنے اسکولوں میں نافذ کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اس موقع پر قاضی نور الحسن امارت پبلک اسکول میں جاری سالانہ امتحان کا سبھوں نے معاینہ کیا اور اسکول کے نظم ونسق کو دیکھ کر فرحت وانبساط کا اظہار فرمایا۔

لوگوں کی صحت کا خیال رکھنا اور بیماروں کو علاج فراہم کرنا عظیم کار خیر ہے: حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں مولانا سجاد میموریل اسپتال کے تجدید شدہ او پی ڈی کا افتتاح، فری میگا ہیلتھ کیمپ کا بھی انعقاد، ڈھائی ہزار سے زیادہ مریضوں نے فائدہ اٹھایا

صحت اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسلام نے صحت کی حفاظت کے لیے علاج ومعالجہ کا حکم دیا ہے۔ حفظان صحت اسلامی احکامات میں سے ایک اہم حکم ہے۔ لوگوں کی صحت کا خیال رکھنا اور بیماروں کو علاج فراہم کرنا عظیم کار خیر ہے۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے مورخہ 11 مارچ 2023 کو مولانا سجاد میموریل اسپتال کے تجدید شدہ او پی ڈی (Renovated OPD) کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔

اس موقع پر ایک فری میگا ہیلتھ چیک اپ کیمپ کا بھی انعقاد کیا گیا، جس سے ڈھائی ہزار سے زیادہ مریضوں نے فائدہ اٹھایا، اس ہیلتھ چیک اپ کیمپ میں مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹروں نے اپنی خدمات مفت فراہم کیں، مریضوں کی جانچ کی، مفید مشورے دیے اور حسب ضرورت ان کو مفت دوائیں بھی دی گئیں۔

اس موقع پر حضرت امیر شریعت مدظلہ کی صدارت میں منعقد دعائیہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے کہا کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف، پٹنہ ایک قدیم رفاہی اور فلاحی ادارہ ہے، جس نے اسلام کی روح کو سمجھا اور جس طرح ابتدائے اسلام میں اور ماضی قریب تک طب اور میڈیکل سائنس کے میدان میں مسلم سائنسدانوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، بڑے بڑے میڈیکل کالج اور سائنس کے ادارے قائم کیے، اسی طرح امارت شرعیہ نے بھی دیگر فلاحی کاموں کے ساتھ حفظان صحت کو بھی اپنے کاموں کا اہم حصہ بنایا۔ اس موقع سے حضرت امیر شریعت نے اسپتال کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی اور تمام ڈاکٹروں، ملازمین اور معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ ان کی حسن کارکردگی کی ستائش اور حوصلہ افزائی کے طور پر ان سبھی کو سند توصیفی (Certificate of Appriciation) سے نوازا۔ حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے بھی تجدید شدہ او پی ڈی کے افتتاح پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے اسپتال کی مقبولیت اور افادیت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا اور ضرورت مند مریضوں کا رجوع بڑھے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ جلد ہی دیگر شعبہ جات کی بھی تجدید کی جائیگی۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ایک سال کے اندر ایسے کئی کام کیے ہیں، جو امارت شرعیہ کی تاریخ کا روشن حصہ ہیں۔ قاضی شریعت مولانا انظار عالم قاسمی نے بھی اپنے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ اسپتال کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی نے کہا کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی توجہ اور ان کی سرپرستی میں الحمد للہ اسپتال روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے او رمسلسل اس میں اصلاح وتجدید کا کام ہو رہا ہے، ان شاء اللہ مستقبل میں اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ جناب ارشاد اللہ صاحب چیئر مین بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ، قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ کے علاوہ دیگر ذمہ داران امارت شرعیہ نے بھی اسپتال کی اس تجدید کاری اور تزئین کاری پر مسرت کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ اس سے اسپتال کی طرف لوگوں کا رجوع بڑھے گا۔ اسپتال کے چیئر مین جناب ڈاکٹر احمد عبد الحئی صاحب، رکن شوریٰ جناب حاجی احسان الحق، مولانا اعجاز احمد سابق چیئر مین بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، ایس ایم شرف سابق چیئر مین صغریٰ وقف اسٹیٹ، مولانا منہاج عالم ندوی انچارج شعبہ پروجیکٹ مینجمنٹ، مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت، جناب حافظ احتشام عالم رحمانی رکن شوریٰ امارت شرعیہ، مولانا سید محمد عادل فریدی، سید جمال صاحب عرف نہو، نیر اعظم صاحب، (ایڈیٹر آئینہ جمال) ہمایوں اشرف، سید اصغر حسین کے علاوہ اسپتال کے دیگر ملازمین اور امارت شرعیہ کے کارکنان بھی اس موقع پر موجود رہے۔

جن ڈاکٹروں اور ملازمین کو ان کی حسن کارکردگی کی وجہ سے سند توصیفی سے نوازا گیا ان میں ڈاکٹر ایس نثار احمد، ڈاکٹر غلام محی الدین اشرفی، ڈاکٹر نذیر احمد خان، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر محمد تقی امام، جناب ایس اے اے نوشاد، ڈاکٹر ابوبکر نجمی، ڈاکٹر محمد نذیر الحق، ڈاکٹر شبانہ پروین، ڈاکٹر شاہین ظفر، ڈاکٹر محمد شاداب، ڈاکٹر فوزیہ شفیع، ڈاکٹر رعنا شمیم، ڈاکٹر رضیہ شاہین، ڈاکٹر ناہید فاطمہ، ڈاکٹر محبوب عالم، ڈاکٹر اجیت کمار، ڈاکٹر اقبال حسین، ڈاکٹر فہد نسیم، ڈاکٹر ثانیہ خورشید، ڈاکٹر خورشید پروین، اعجاز احمد، فرید اختر، منور ارشاد، عارف صدیقی، فردوس عالم کے نام شامل ہیں۔ جناب ڈاکٹر سید یاسر حبیب اور جناب ڈاکٹر محمد تقی امام صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

سماج اور حکومت نوجوانوں کی فکر کریں

عارف عزیز بھوپال

ایسا لگتا ہے کہ ہمارے ملک کی حکومت ہمارے نوجوانوں کو افیم کی گولی کھلا کر سلا دینا چاہتی ہے۔حکومت ہند کے پاس کوئی یوتھ پالیسی نہیں ہے۔نوجوانوں کو کس راستے پر لے جانا ہے، انہیں مستقبل کے لئے کس طرح تیار کرنا ہے، اُمور کے بارے میں حکومت کے پاس نہ تو کوئی سوچ ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ۔حکومت نے نوجوانوں کو ان کی عقل پر تنہا چھوڑ دیا ہے اور نوجوانوں نے خود کو اپنے آپ تک ہی محدود کرلیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے نئی معیشت نافذ کرکے نوجوانوں کو سیلف سینٹرڈ بنا دیا ہے۔نئی معیشت کے نظام کی یہ خوبی ہے کہ اس کا اثر ہر طبقے پر الگ الگ طرح سے پڑتا ہے، جو امیر ہیں انہیں زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جس کے پاس سرمایہ نہیں ہے یا کم سرمایہ ہے وہ طبقہ استحصال کے جال میں پھنس جاتا ہے۔اس نظام سے جس طرح آج ہندوستان کا سماج تقسیم ہے، ویسے ہی نوجوانوں کو بھی اس نے دو طبقوں میں بانٹ دیا ہے۔ایک طبقہ ان نوجوانوں کا ہے جو امیر ہیں، میٹرو سٹی میں رہتے ہیں، موج مستی کرتے ہیں اور جنہیں سماج و سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے۔دوسرا طبقہ ہے غریبوں کا، چھوٹے شہروں اور گاؤں میں رہنے والوں کا، جو محنت کرتے ہیں، ان کے گاؤں میں بجلی نہیں ہے، پھر بھی پڑھتے ہیں۔مقابلہ جاتی امتحانات میں شامل ہوتے ہیں اور اپنا مستقبل خود بناتے ہیں۔اسی طبقے میں کچھ ایسے بھی نوجوان ہیں جنہیں کبھی کچھ نصیب نہیں ہوتا، انہیں حکومت کی اسکیموں کا کوئی فائدہ نہیں ملتا۔گھر چلانے کے لئے وہ شہروں کی جانب رخ کرتے ہیں اور جو یہ نہیں کرپاتے، وہ باغی ہوجاتے ہیں۔ یہ سب ہندوستان کے ہی نوجوان ہیں، لیکن ملک کی اقتصادی پالیسی نے انہیں زندگی کے ایسے جال میں پھنسا دیا ہے کہ وہ ملک وسماج سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

حکومت کی پالیسی کہیں یا پھر پالیسیوں کی غیر موجودگی۔نوجوانوں کو بے چین بنا رہی ہے۔جو امیر ہیں ان کے لئے یہ ملک، سماج، سیاست اور روایات وغیرہ سب کچھ بکواس ہے، جو غریب ہیں ان پر زندگی جینے کا بوجھا اتنا زیادہ ہے کہ سماج تو دور انہیں اپنے کنبے اور ماں باپ کے لئے بھی سوچنے کا وقت نہیں ملتا، اس کے لئے حکومت بھی ذمہ دار ہے۔تعلیمی نظام ایسا ہے، جہاں تعلیم کا مطلب صرف سرٹفکیٹ حاصل کرنا ہے۔ہمارے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں ڈگری بانٹتے ہیں، لیکن تعلیم دینے میں ناکام رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج اسکول اور کالج کے طلبہ مجرم بن رہے ہیں۔بینکوں میں ڈکیتی ڈال رہے ہیں۔ایسی شرمناک خبریں بھی دیکھنے وسننے کو ملتی رہی ہیں کہ کلاس میں ساتھ پڑھنے والی لڑکیوں کا لحاظ وخیال نہیں رہا۔

ملک میں ایسے حالات بن گئے ہیں کہ نوجوان راہ سے بھٹک رہے ہیں۔انہیں راہ دکھانے کے لئے حکومت کچھ نہیں کررہی ہے۔وہ لیڈر خود بھی راہ سے بھٹکے ہوئے نظر آتے ہیں جو خود کو نوجوانوں کا لیڈر ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔اب ہمارے سامنے یہی سوال ہے کہ کیا انہی کے کندھوں پر ملک کا مستقبل ہے یا یوں کہیں کہ ایسے راہ سے بھٹکے ہوئے نوجوانوں کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور دی جاسکتی ہے۔اگر ہاں تو ملک کا مستقبل کیا ہوگا؟

سقراط کے تین اصول

افلاطون اپنے استاد سقراط کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا آپ کا نوکر بازار میں کھڑے ہوکر آپ کے بارے میں ہرزہ سرائی کررہا تھا' سقراط نے مسکرا کر پوچھا ''وہ کیا کہہ رہا تھا؟''

افلاطون نے جذباتی لہجے میں جواب دیا ''آپ کے بارے میں کہہ رہ تھا...'' سقراط نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروایا اور کہا ''آپ یہ بات سنانے سے پہلے اسے تین کی کسوٹی پر رکھو' اس کا تجزیہ کرو اور اس کے بعد فیصلہ کرو کیا تمہیں یہ بات مجھے بتانی چاہیے'' افلاطون نے عرض کیا ''یا استاد تین کی کسوٹی کیا ہے'' سقراط بولا ''کیا تمہیں یقین ہے تم مجھے جو بات بتانے لگے ہو یہ بات سو فیصد سچ ہے'' افلاطون نے فوراً انکار میں سر ہلا دیا۔

سقراط نے ہنس کر کہا ''پھر یہ بات بتانے کا تمہیں اور مجھے کیا فائدہ ہوگا'' افلاطون خاموشی سے سقراط کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا' سقراط نے کہا ''یہ پہلی کسوٹی تھی' ہم اب دوسری کسوٹی کی طرف آتے ہیں۔'' ''مجھے تم جو بات بتانے لگے ہو کیا یہ اچھی بات ہے؟'' افلاطون نے انکار میں سر ہلا کر جواب دیا ''جی نہیں یہ بری بات ہے'' سقراط نے مسکرا کر کہا ''کیا تم یہ سمجھتے ہو تمہیں اپنے استاد کو بری بات بتانی چاہیے؟''

افلاطون نے انکار میں سر ہلا دیا' سقراط بولا ''گویا یہ بات دوسری کسوٹی پر بھی پورا نہیں اترتی'' افلاطون خاموش رہا' سقراط نے ذرا سا رک کر کہا ''اور آخری کسوٹی' یہ بتاؤ وہ بات جو تم مجھے بتانے لگے ہو کیا یہ میرے لیے فائدہ مند ہے؟'' افلاطون نے انکار میں سر ہلایا اور عرض کیا ''یا استاد یہ بات ہرگز ہرگز آپ کے لیے فائدہ مند نہیں'' سقراط نے ہنس کر کہا ''اگر یہ بات میرے لیے فائدہ مند نہیں تو پھر اس کے بتانے کی کیا ضرورت ہے؟''

افلاطون پریشان ہوکر دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

سقراط نے گفتگو کے یہ تین اصول آج سے چوبیس سو سال قبل وضع کردیے تھے' سقراط کے تمام شاگرد اس پر عمل کرتے تھے' وہ گفتگو سے قبل بات کو تین کسوٹیوں پر پرکھتے تھے' کیا یہ بات سو فیصد درست ہے' کیا یہ بات اچھی ہے اور کیا یہ بات سننے والوں کے لیے مفید ہے؟ اگر وہ بات تینوں کسوٹیوں پر پوری اترتی تھی تو وہ بے دھڑک بات کردیتے تھے اور اگر وہ کسی کسوٹی پر پوری نہ اترتی یا پھر اس میں کوئی ایک عنصر کم ہوتا تو وہ خاموش ہوجاتے تھے' میں نے مغرب میں زیادہ تر لوگوں کو اس اصول پر کاربند دیکھا' ٹیورن اٹلی کا ایک خوب صورت شہر ہے' یہ شہر سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر واقع ہے اور یہ اپنی اچھی ہمسائیگی کی وجہ سے بہت خوب صورت' پرامن اور صحت افزاء شہر ہے' یہ دو ہزار سال پرانا شہر ہے' شہر کے درمیان سے دریائے پو گزرتا ہے۔

یہ دریا شہر کے حسن میں مزید اضافہ کردیتا ہے' ٹیورن انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کا ٹریننگ سینٹر ہے' مجھے چند برس قبل اس سینٹر میں چھوٹا سا کورس کرنے کا موقع ملا' میں نے وہاں سے کچھ اور سیکھا یا نہیں سیکھا یہ الگ بات ہے لیکن مجھے سقراط کا یہ فارمولا سیکھنے کا موقع ضرور ملا' ہمارے تمام اساتذہ اطالوی تھے' کورس کی انچارج درمیانی عمر کی خاتون تھی' کورس کو آرڈی نیٹر بیس بائیس سال کی نوجوان لڑکی تھی اور مرکزی استاد ہماری عمر کا جوان فلپ تھا' یہ بے انتہا مستعد' ہمدرد اور ماہر لوگ تھے۔

میرے گروپ میں آٹھ لوگ تھے' ان میں مصر کی درمیانی عمر کی ایک خاتون بھی شامل تھی' یہ خاتون لاابالی' غیر ذمے دار بلکہ تھوڑی سی بدتمیز بھی تھی' یہ عموماً گروپ کو چھوڑ کر کیفے ٹیریا چلی جاتی تھی یا پھر سینٹر کے پب میں بیٹھ جاتی تھی' ایک دن فلپ نے مجھ سے پوچھا ''آپ کا گروپ کیسا چل رہا ہے؟'' میں نے پاکستانی روایات کے مطابق گروپ کے لوگوں کی غیبت شروع کردی' میرا سب سے بڑا ہدف مصری خاتون تھی' فلپ خاموشی سے سنتا رہا' میں نے پیٹ بھر کر غیبت کی اور اس کے بعد سرشاری کے عالم میں فلپ کو دیکھنے لگا۔

فلپ نے میری غیبت پر کسی قسم کا تبصرہ کیے بغیر مجھ سے پوچھا ''کیا آپ نے اپنی ریسرچ مکمل کرلی؟'' میں نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے بعد اسے بتانا شروع کردیا میرے گروپ کے کس لڑکے اور کس لڑکی نے انٹرنیٹ کی کس کس سائیٹ سے مواد چوری کیا ہے' فلپ اس پر بھی خاموش رہا' میں سچ بول بول کر تھک گیا تو اس نے مجھے بتایا ہمارے سینٹر میں وائی فائی کی سہولت بھی موجود ہے اگر آپ کو اس کا پاس ورڈ درکار ہو تو آپ مہربانی کرکے ریسیپشن سے لے لیں اور وہ اس کے ساتھ ہی وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

مجھے اس کا رویہ بہت برا لگا' مجھے محسوس ہوا اس نے مجھے ریسپانس نہ دے کر میری توہین کی اور میں بے عزتی کے احساس میں جلنے لگا لیکن پھر مجھے اچانک محسوس ہوا فلپ سقراط کے تین اصولوں کا وارث ہے' اس نے دیکھا میری بات کی سچائی مشکوک ہے' یہ بات بری ہے اور اس بات کا اسے کوئی فائدہ نہیں چناں چہ اس نے اس میں کسی قسم کا انٹرسٹ ظاہر نہیں کیا ہاں البتہ وہ مروت یا اخلاقیات کی وجہ سے میری بات سنتا رہا' میں نے جرمنی میں ایک بار ایک جرمن صحافی کو ہٹلر کے لطائف سنانا شروع کردیے۔

میں جوں جوں لطائف سناتا گیا وہ ہنسنے یا قہقہہ لگانے کے بجائے سنجیدہ ہوتا گیا' میں شرمندہ ہوگیا اور میں نے اس سے پوچھا ''تم میرے لطائف سے لطف اندوز نہیں ہو رہے؟'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا ''یہ جھوٹے لطائف ہیں' ہٹلر ایسا نہیں تھا' دوسرا ہٹلر کی باتیں دنیا کے بے شمار لوگوں کو تکلیف دیتی ہیں' میں انھیں اچھا نہیں سمجھتا اور تیسرا یہ فضول اور بے معنی چیزیں ہیں' ہم ان سے زیادہ اچھی گفتگو کرسکتے ہیں' چلو آؤ موسم کی بات کرتے ہیں' جرمنی میں اس سال سردیاں بہت دیر سے آرہی ہیں''۔

میری شرمندگی میں اضافہ ہوگیا' میں نے ایک بار امریکا میں ایک جاپانی سے ناگاساکی کے ایٹمی سانحے کے بارے میں پوچھا' اس نے غور سے میری طرف دیکھا اور سنجیدگی سے بولا ''ہم جاپانی 1945 کے واقعے کو برا خواب سمجھتے ہیں چناں چہ ہم اس کا عموماً ذکر نہیں کرتے' آپ مجھ سے اچھی باتیں پوچھو' آج کل ٹوکیو میں چیری بلاسم کا سیزن ہے' ہمارے شہر میں چیری کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور میں ان پھولوں پر جان دیتا ہوں' میں نے اس سے کہا ''تم اس ذکر سے خائف ہو۔

اس نے فوراً جواب دیا ''نہیں' ہم بہادر قوم ہیں' ہم نے دو' دو ایٹم بم سہے ہیں' آپ پوری دنیا میں جاپان کے بعد کوئی دوسرا ملک بتاؤ جس نے ایٹم بم کی تباہی سہی ہو مگر ہم اس کے باوجود صرف پندرہ برسوں میں اپنے قدموں پر کھڑے ہوگئے تھے لیکن ہم جاپانی سمجھتے ہیں ہمیں لوگوں کو اپنے دکھ سنا کر ان کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہیے' ہمیں بے فائدہ باتوں میں بھی اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے'' میں نے اس سے پوچھا ''کیا تم امریکا کو اس کا ذمے دار نہیں سمجھتے' کیا جاپانی امریکا سے نفرت نہیں کرتے؟''

اس نے ہنس کر جواب دیا ''میرے بھائی ہماری نفرت دوسری جنگ عظیم کے ساتھ ہی ختم ہوگئی تھی' ہم اگر اس نفرت کو ''کیری'' کرتے تو ہم آج بھی ناگاساکی اور ہیروشیما کے ملبے پر بیٹھ کر گریا زاری کررہے ہوتے' انسان کو محبت ہی سے فرصت نہیں ملتی کہ یہ نفرت بھی شروع کردے' ہم بے فائدہ یا فضول چیزوں میں نہیں الجھتے'' میری شرمندگی بڑھ گئی۔یہ میری زندگی کے چند واقعات ہیں جب کہ میں نے درجنوں مرتبہ یورپ' امریکا اور مشرق بعید کے لوگوں کو سقراط کے تینوں اصولوں پر عمل کرتے دیکھا' یہ غیبت' چغل خوری اور منفی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں جب کہ ہم میں یہ تینوں بری عادتیں موجود ہیں' ہم ہر بات کو تبلیغ سمجھ کر پھیلاتے ہیں اور ہرگز ہرگز یہ نہیں سوچتے کیا یہ بات سچ بھی ہے' ہم یہ بھی نہیں دیکھتے یہ بات اچھی ہے اور ہم یہ بھی اندازہ نہیں کرتے ہمیں یا سننے والے کو اس کا کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے؟

ہم بات کو کسوٹی کے تین اصولوں پر پرکھے بغیر اسے پھیلاتے چلے جاتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے نہیں سوچتے ہماری اس حرکت سے کتنے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہوگی' آپ کو یقین نہ آئے تو آپ آج فارورڈڈ میسجز کو دیکھ لیجیے' آپ کو ہر دوسرا میسج جھوٹا' برا اور بے فائدہ ملے گا۔

آپ کبھی اپنی گفتگو ریکارڈ کرکے سن لیں' آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے آپ کی زیادہ تر باتیں سنی سنائی' بری اور بے فائدہ ہیں' ان باتوں کے سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' ان سے اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ باتیں خلاف حقیقت یا غلط بھی ہیں اور ہمارے اس رویے نے پورے معاشرے کو بیمار کررکھا ہے۔

ہم اگر بات کرتے ہوئے اس بات کو سقراط کے تین اصولوں پر پرکھ لیں تو ہمارے معاشرے کی اینگزائٹی میں پچاس فیصد کمی آسکتی ہے' ہم اور ہمارے اردگرد موجود لوگ سکھی رہ سکتے ہیں' ورنہ دوسری صورت میں ہم بری باتوں کے کیچڑ میں دفن ہوجائیں گے اور بری خبروں کے چنگل میں بری خبر بن کر رہ جائیں گے۔(ماخوذ)

موبائل فون کا زیادہ استعمال صحت کے لیے نقصان دہ

ڈاکٹر هیرا تنویر

آج کل جسے دیکھو اس کے ہاتھ میں موبائل فون ہے اور وہ اس کی دنیا میں گم ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ موبائل فون ہمارے جسم کا ایک حصہ ہے اور ہماری عادتوں میں شامل ہے، بہت سے لوگوں کیلئے یہ کسی علت سے کم نہیں۔ سوتے، جاگتے، کھاتے، پیتے، اٹھتے، بیٹھتے، یہاں تک کہ واش روم میں بھی موبائل فون کا استعمال اس قدر عام ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے آپ موبائل فون استعمال نہیں کر رہے ہے بلکہ موبائل فون آپ کو استعمال کر رہا ہے۔ لیکن کیا کبھی سوچا کہ آپ کی نظریں جس اسکرین پر جمی رہتی ہیں، اس نیلی روشنی کے کیا نقصانات ہیں؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس دنیا میں جتنی بھی چیزیں موجود ہیں ان کے فائدے اور نقصانات ہیں۔ جیسے موبائل فون کے کچھ فوائد ہیں اور معاشرے میں نوجوانوں کے لئے نقصانات بھی ہیں۔ اس مضمون کا بنیادی مقصد معاشرے میں نوجوانوں کے لئے موبائل فون کے استعمال کے تمام نقصانات کو اجاگر کرنا ہے کہ عوام اور تمام موبائل صارفین کو اس سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ سبھی لوگ موبائل فون استعمال کرنے کے فائدے کے بارے میں تو جانتے ہیں لیکن وہ ان کی زندگی پر کیا برے اثرات مرتب کر رہے ہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

تحقیق یہ کہتی ہیکہ طویل عرصے تک موبائل فون کا زیادہ استعمال صحت کیلئے مضر ہو سکتا ہے۔ فون سے نکلنے والی روشنی نہ صرف آپ کی آنکھوں کیلئے بلکہ آپ کی جِلد کیلئے بھی نقصان دہ ہے۔ اپنی سوشل میڈیا کی خبروں اور فیڈز کو اسکرول ڈاؤن کرتے ہوئے آپ کا وقت تو گزر جاتا ہے لیکن اس سے ہونیوالے نقصانات کے بارے میں بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ موبائل فون سے نکلنے والی نیلی شعاعوں کی ویولینتھ چھوٹی ہوتی ہے، بالکل ایسے ہی جیسے سورج کی شعاعوں کی ہوتی ہے۔ ریسرچ یہ کہتی ہے کہ جب یہ آپ کی آنکھوں یا جِلد پر پڑتی ہے تو یہ آپ کی جِلد کو تیزی سے ڈھالنے کا باعث بن سکتی ہے۔ موبائل فون سے وقت کی بربادی بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ موبائل فون لوگوں کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں میں مدد کرتا ہے لیکن وقت ضائع کرنے کا سب سے بڑا اسبب موبائل فون بھی ہے۔ زیادہ تر نوعمر اور طالب علم اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ویڈیو گیمز کھیلنے، گانے سننے اور دیگر طرح کے تفریح کے لئے موبائل فون استعمال کرنا چاہتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔ طلباء اور نوعمر نوجوانوں کے لئے سب سے قیمتی چیز ان کا موجودہ وقت ہے۔ طالب علموں کو وقت کا صحیح استعمال کر کے اپنے مستقبل بہتر بنانے کی فکر کرنی چاہئے۔ آج کل موبائل فون ایک سب سے پریشان کن چیز ہے۔ لوگ کام کرتے، کھاتے، چلتے، مطالعہ کرتے، دوسروں سے گفتگو کرتے اور ڈرائیونگ کے دوران بھی موبائل فون استعمال کرتے ہیں اور دوسروں سے بات کرتے ہیں۔ زیادہ تر سڑک حادثات موبائل فون کے استعمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ گاڑی چلاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ موبائل فون کا استعمال کسی کی جان کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔ مہنگے موبائل فون اب اسٹیٹس سمبل بن چکے ہیں۔ موبائل فون پر رقم کی بربادی ایک عام بات ہے۔ نئے اور مہنگے موبائل فون خریدنا اور استعمال کرنا فیشن کا نیا رجحان ہے۔ ہر دوسرا شخص نیا اور مہنگا موبائل فون خریدنا چاہتا ہے۔ حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ امریکہ میں لوگ آئی فون کا نیا ماڈل خریدنے کے لئے اپنے گردے بیچ دیتے ہیں۔ لوگوں کو نئے اور مہنگے موبائل فون استعمال کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ وہ موبائل فون کے نئے ماڈل خریدنے میں بہت زیادہ رقم ضائع کرتے ہیں۔ موبائل فون کا سب سے زیادہ اور بڑا نقصان دہ اثر آنکھوں پہ پڑتا ہے۔ بلائنڈنس اور آنکھوں کی روشنی کم ہونے کی سب سے بڑی وجہ موبائل کا مسلسل استعمال ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم موبائل فون کو بس ایک ضرورت کے تحت استعمال کریں نہ کہ اس کی لت میں مبتلا ہو جائیں۔ موبائل فونز کے استعمال کا سب سے بڑا نقصان جسمانی بیماریوں میں اضافہ ہے اس حوالے سے ماہرین طب بھی گاہے بگاہے، مختلف مشورے دیتے ہیں اور خطرات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اگر ڈاکٹرز کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو موبائل فونز کے بے جا استعمال کی وجہ سے ذہنی دباؤ، پریشانی، دل کی بیماریوں، سر درد، نظر کی کمزوری اور دوسری پوشیدہ بیماریاں سر نہ اٹھائیں مختلف فری کالز اور فری ایس ایم ایس بنڈلز آفرز سے نوجوان نسل ساری ساری رات کالز اور ایس ایم ایس پر لگے رہتے ہیں جس کی وجہ سے نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں صحت پر بڑا اثر پڑتا ہے۔

موبائل کے استعمال سے تعلیم پر گہرا اثر پڑتا ہے موبائل کمپنیوں کی طرف سے صارفین کے لئے نت نئے اور دلکش پیکیجز کو دیکھ کر تو نہ چاہنے والا بھی موبائل فون کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہیں ان موبائل کمپنیوں کی چال ہوتی ہے کہ جس سے ان کے نیٹ ورک زیادہ سے زیادہ صارفین استعمال کریں۔ مگر ان پیکجز سے ہماری نوجوان نسل پر بڑے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ موبائل فون کی فراوانی سے کرائم میں اضافہ ہوا ہے جس میں خاص طور پر اغواء برائے تاوان، راہزنی کی وارداتیں جبکہ موبائل فون چھیننے کے واقعات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ جن کی تعداد گننے میں نہیں اگرچہ اس پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے کافی حد تک کام کرنا شروع کر دیا ہے مگر کرائم و جرائم اور خودکشیوں کی بڑھتی وارداتوں میں موبائل فون کے غلط استعمال کو روکنے کے لئے اس سے کہیں زیادہ سیکورٹی اداروں اور ٹیلی کمیونیکیشن کے اداروں کو اس میں اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ موبائل فون کے حوالے سے اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں کہ جن کو شمار کرنا ابھی باقی ہے مگر یہ نقصانات ہیں جو کہ ہم معاشرے میں دیکھ اور جھیل رہے ہیں۔

آج کل یوٹوب پر ٹک ٹاک کی کثرت ہے۔ جس میں بچے اور نوجوان اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سنہرا وقت انہیں اپنے کاموں میں مشغول رکھنا چاہئے۔ موبائل ضرورت کی ایک چیز ہے۔ اگر اسے تفریحی سامان بنالیا جائے تو یہ غلط ہے اور اس میں ہمارا بیشتر وقت فالتو میں ضائع و برباد ہوگا۔ وقت خود ایک قیمتی چیز ہے۔ گزرا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اس وقت تک انسان کو موبائل فون کے مضر اثرات سے متعلق اتنی ہی معلومات ہیں جو تیس سال پہلے سگریٹ نوشی اور پھیپھڑوں کے کینسر سے تعلق کے بارے میں تھیں۔ موبائل فون کا استعمال سب سے پہلے ناروے اور سویڈن میں شروع ہوا۔ ان ممالک کی تحقیق کے مطابق موبائل فون سے نکلے والی شعاعوں کا انسان کی صحت پر برا اثر ہوا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق موبائل کے کثرت استعمال سے کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔ اسی طرح رائل سوسائٹی آف لندن نے ایک پیپر شائع کیا ہے، جس کے مطابق وہ بچے جو بیس سال کی عمر سے پہلے موبائل فون کا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں ان میں انتیس سال کی عمر میں دماغ کے کینسر کے امکانات ان لوگوں سے پانچ گنا بڑھ جاتے ہیں، جنہوں نے موبائل کا استعمال بچپن میں نہیں کیا۔

آپ موبائل فون کے مضر اثرات سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ ان نقصانات سے بچنے کے لئے کچھ ایسی تدابیر اور ایسے کام کرنے کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے ہم اپنی ضرورت کی اس چیز کو استعمال تو کریں مگر اس کے معاشرے پر پڑنے والے بڑے اثرات سے بھی بچا جا سکے اس سلسلے میں سب سے اہم ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ بچوں کو موبائل لے کر دینے سے پہلے اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آیا ان کے بچے کو موبائل کی ضرورت ہے بھی یا نہیں پھر اس بات کا خیال رکھیں کہ بچے موبائل کا استعمال کس طرح سے کر رہے ہیں؟ کس سے بات کر رہے ہیں؟ کیا بات کر رہے ہیں؟ موبائل فون کے اثرات سے بالغ افراد اور بچے اسی وقت محفوظ رہ سکتے ہیں اگر وہ اسے خود سے دور رکھیں خاص طور پر رات کو سوتے وقت آپ کا موبائل بستر کے پاس نہ ہو اور نہ ہی اسے جیب میں رکھ کر سوئیں۔ اس کے علاوہ تمام نوجوان اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ اپنے وقت کو موبائل فضول کالوں اور غیر اخلاقی حرکات سے ضائع نہ کریں۔ موبائل کے استعمال سے تعلیم پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ موبائل کمپنیوں کی طرف سے صارفین کے لیے نت نئے اور دلکش پیکیجز کو دیکھ کر نہ چاہنے والا بھی موبائل فون کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اور یہی ان موبائل کمپنیوں کی چال ہوتی ہے کہ جس سے ان کے نیٹ ورک زیادہ سے زیادہ صارفین استعمال کریں، مگر ان پیکج سے ہماری نوجوان نسل پر غلط اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ آپ کو ایک دن میں کتنی دیر تک موبائل فون استعمال کرنا چاہیے؟ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ موبائل فون کا استعمال کم سے کم کیا جائے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ 5-2 سال کی عمر کے بچوں کے لیے اسکرین ٹائم روزانہ 1 گھنٹے تک محدود ہونا چاہیے۔ بڑی عمر کے لوگوں کے لیے موبائل فون کے استعمال کو روزانہ صرف 2 گھنٹے تک محدود رکھنا چاہیے۔

عدالتوں کے فیصلے میں نشیب و فراز

سید سرفراز احمد

کسی بھی ملک کی بہترین کارکردگی کا نظام عدل پر منحصر ہے، چاہے وہ ملک جمہوری، اسلامی، یا بادشاہی نظام پر چلتا ہو جس ملک میں بھی عدل کے پیمانوں کو درکنار کر دیا جاتا ہے تو یہ سمجھنا ہوگا کہ وہاں ظلم کی دیوار اٹھائی جا رہی ہے یا ظلم کو نافذ کیا جا رہا ہے لیکن جب انصاف کی مسند پر بیٹھے حکمران یا عہدیدار جو اگر ناانصافی کے گن گاتے ہیں یا اگر امتیاز روا رکھتے ہیں تو یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ وہ پاکیزہ لفظ عدل کا بھدا مذاق بنا رہے ہیں۔ اگر بات ہمارے ملک بھارت کی کی جائے تو بھارت ایک جمہوری نظام مملکت ہے جس میں کثیر المذاہب شامل ہیں جسکی بنیاد دستور پر منحصر ہے جس میں صاحب اقتدار حکمران ہو یا عہدیدار وہ اپنے عہدے پر فائز ہونے سے قبل یہ عہد لیتے ہیں کہ وہ آئین کے مطابق بلا مذہب و تفریق انصاف کریں گے لیکن پھر بھی اگر وہ اپنے عہدے سے جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یہ نہ صرف عہدے سے کھلواڑ ہوگا بلکہ ملک کی جمہوریت اور آئین سے بھی منحرف ہونے کے مترادف کہلائے گا۔

جمہوری ملک میں عدل کو مستحکم کرنے میں حکومت کا سب سے اہم کردار ہوتا ہے اگر اس سے آگے بڑھ کر دیکھا جائے تو عدلیہ کو حکومت پر فوقیت حاصل ہے وہ عدل قائم کرنے کیلئے حکومت سمیت تمام سرکاری اداروں پر اپنی گرفت جما سکتی ہے لیکن موجودہ حکومت عدل کا ہر روز کہیں نہ کہیں تماشہ بنا ہی دیتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ عدلیہ سمیت دیگر تمام اہم سرکاری اداروں پر اپنا دبدبہ قائم رہے اور ایسا ہو بھی رہا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح حکومت ای ڈی اور سی بی آئی کا اپنا سیاسی انتقام لینے کیلئے استعمال کر رہی ہے۔ اپوزیشن سے اٹھنے والی آوازوں کو اپنے خلاف سننے سے قاصر ہے، یہی نہیں بلکہ عدل و انصاف کے مندر کو بھی اپنے مفادات کیلئے استعمال کر رہی ہے کیونکہ عدلیہ کے کچھ فیصلوں میں نشیب و فراز بھی نظر آئے جسکی مثالیں ہم نے دیکھی ہے۔ ایودھیا کے فیصلے میں شامل سپریم کورٹ کے دو جس گوگوئی اور عبدالنظیر کو کس طرح انعامات کے طور پر ایک کو راجیہ سبھا کا رکن اور ایک کو آندھرا پردیش کا گورنر بنا دیا گیا۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟ ملک کا اہم ادارہ الیکشن کمیشن بھی ہے جسکے عہدیداروں کا کئی دہائیوں سے حکومت انتخاب کرتی تھی لیکن سپریم کورٹ کی موجودہ پانچ رکنی بنچ نے ایک متفقہ فیصلہ دیتے ہوئے حکومت کی عرضی کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ایک تین رکنی کمیٹی بنائی جائے جس میں وزیر اعظم چیف جسٹس آف انڈیا اور ایک اپوزیشن قائد شامل ہو یہ سہ رکنی ٹیم چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر کے نام کا انتخاب کرتے ہوئے صدر جمہوریہ کو تجویز روانہ کی جائے جسکے بعد صدر جمہوریہ چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر کا اعلان کریں گے۔ سپریم کورٹ کی بنچ کا یہ ایک تاریخی فیصلہ ہے جس نے عدل کے تقاضہ کو پورا کیا لیکن یہ عمل تب تک جاری رہے گا جب تک حکومت الیکشن کمیشن کے عہدوں کے متعلق کوئی قانون نہ بنا دیتی حکومت کی ہٹ دھرمی تھی کہ انھیں الیکشن کمیشن کے عہدوں کا تقرر کرنے کی آزادی دی جائے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسکے پیچھے حکومت کی کیا لابی تھی اور وہ کیا کرنا چاہتی تھی لیکن عدلیہ نے حکومت کو بڑی پھٹکار لگائی۔

ابھی چند دنوں قبل ریاست کرناٹک کے وکلاء نے چیف جسٹس آف انڈیا کو ایک خط روانہ کیا جس میں یہ بتایا گیا کہ کرناٹک ہائی کورٹ کو عام طور پر نئے معاملات جیسے کہ پیشگی ضمانت کی درخواستیں درج کرنے میں کئی دن یا ہفتوں کا وقت لگتا ہے لیکن اب وی آئی پیز سے متعلق انکے معاملات راتوں رات حل کئے جا رہے ہیں وکلاء نے کہا "عدالت کا یہ طریقہ کار عام آدمی کا عدالتی نظام پر سے اعتماد کھو دے گا یہ انتہائی اہم ہے کہ ایک رکن اسمبلی کے ساتھ بھی عام آدمی جیسا سلوک کیا جائے۔" انھوں نے خط میں کرناٹک ہائی کورٹ کے چیف جسٹس پی بی ورلے پر زور دیا کہ وہ رجسٹری کو ہدایت دیں کہ وہ تمام پیشگی ضمانت کے معاملات کو ایک ہی دن میں درج کرے تا کہ عام لوگوں کے ساتھ بھی بی جے پی لیڈر جیسا سلوک کیا جائے۔ ان کے خط میں کہا گیا ہے "یہ ضروری ہے کہ انصاف کا مندر سب کے لیے یکساں ہو اور کسی بھی وی آئی پی کو عام آدمی کی طرح انتظار کرنا چاہیے" بنگلورو کے وکلاء کو چیف جسٹس کے نام یہ خط اس لئے لکھنا پڑا کہ کرناٹک ہائی کورٹ نے بی جے پی کے رکن اسمبلی ویروپکشپا کو رشوت خوری کے معاملہ میں ضمانت دینے میں جس تیزی کا مظاہرہ کیا جس سے وکلاء کو تشویش کا اظہار کرنا پڑا، یہی کرناٹک ہائی کورٹ نے پچھلے ایک سال قبل حجاب معاملہ میں بھی حجاب پر پابندی عائد کرنے میں تیز رفتاری سے کام لیا تھا جسکے بعد معاملہ سپریم کورٹ جا پہنچا جسکی سماعت ہولی کی چھٹیوں کے بعد کرنے کا چیف جسٹس آف انڈیا نے اعلان کیا تھا۔

اگر ملک کی موجودہ صورتحال دیکھی جائے تو عدل و انصاف کے معاملہ میں امتیازی رویہ اختیار کیا جا رہا ہے چاہے اسکا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو۔ عدل ڈگمگاتی کشتی میں سوار ہے، کس جانب غرق ہو جائے اسکا کوئی اعتماد نہیں، ایسے میں سوال یہی نکل کر آتا ہے کہ نظام عدل کیوں لرز رہا ہے؟ جب تک وہ عہدیدار چاہے انکا تعلق عدلیہ، الیکشن کمیشن، سرکاری ایجنسیز یا پولیس سے ہو جب تک وہ اپنے ضمیر کو جھجھوڑ کر انصاف کے ساتھ فیصلے اور کارروائی نہ کریں گے تب تک عدل قائم نہیں ہو سکتا۔ سوال یہ بھی ہے کہ کرناٹک ہائی کورٹ نے بی جے پی رکن اسمبلی کی ضمانت میں جتنی جلدی دکھائی کیا عام آدمی کے ذہن مشکوک نہیں بنے گا؟ سوال یہ بھی ہے جس طرح الیکشن کمیشن کے عہدوں کا تقرر کرنے کیلئے نظام کی جو تبدیلی کی گئی ہے کیا اب الیکشن کمیشن خود مختار ادارہ بن جائے گا؟ ہاں نظام کو بدل دینے سے عدل کی کچھ حد تک گنجائش باقی رہ سکتی ہے ایک تو یہ کہ انھیں کوئی سیاسی دباؤ نہیں ہوگا وہ آزادانہ طور پر فیصلے کر سکتے ہیں لیکن کوئی قابل اعتماد اقدامات کی امید جب تک نہیں کی جا سکتی تب تک کوئی بھی عہدیدار کسی بھی فیصلے اور کارروائی سے پہلے اپنے ضمیر کو گواہ نہ بنا لے، اپنی مسند کا احترام نہ کرے، اپنے ملک کے آئین کا اعادہ نہ کرے اور عدل و انصاف کو ملحوظ نہ رکھے اگر یہ روش اختیار کی جائے گی تو عدل و انصاف ملک میں اپنی پہچان بنا پائے گا ورنہ اگر اسکے برخلاف ہو تو اسکی حد مشکوک اور شبہات تک سمٹ کر رہ جائے گی۔

امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال

مولانا محمد فرید حبیب ندوی

اس وقت ہم مسلمانانِ ہند جن مسائل سے دوچار ہیں اور جن اندیشوں اور خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ تو نتائج ہیں جن کے پیچھے مہلک بیماریوں کا ہاتھ ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير**'' (سورۂ شوری:۳۰)(اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالی بہت سی غلطیوں کو تو معاف فرمادیتا ہے)، اس لیے جو حالات پیش آرہے ہیں، ان میں سب سے بڑا دخل ہماری کوتاہیوں اور غفلتوں کا ہے۔ بیماریاں بہت سی ہیں، جن کے علاج کی ہمیں ضرورت ہے، بظاہر ان بیماریوں کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں اور موجودہ حالات سے ان کا کوئی تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا؛ لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ گناہوں کا ایک اثر ہوتا ہے، جو ظاہر ہوکر ہی رہتا ہے، اور جب کوتاہی اور غفلت شعاری کسی ایسی امت کی طرف سے ہو، جسے انسانیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہو، تو مسئلہ اور بھی سنجیدہ ہوجاتا ہے، اور پھر سستی اور غفلت کے نتیجہ میں اللہ تعالی اس طرح کے حالات پیدا کرتا ہے، تاکہ وہ امت دوبارہ اس کی طرف پلٹ کر آئے اور اپنی مجرمانہ غفلت کا تدارک کرے۔ اس لیے اس حقیقت کا ادراک نہایت ضروری ہے کہ امت مسلمہ کا تعلق خدا تعالی سے کمزور ہوچکا ہے، اور خدا تعالی کا یہ تعلق ہی اس کا معاون ومحافظ ہوتا رہا ہے۔ اب جب ایسے محافظ سے ہی ہم محروم ہوجائیں تو پھر شکست وریخت کا شکوہ کیوں کر۔

اس لیے ضروری ہے کہ امت، اللہ تعالی سے اپنا تعلق استوار کرے، اور اپنے روگوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں علاج کرے۔ جب تک ان بیماریوں کو دور نہ کیا جائے گا، ان کا علاج نہ ہوگا، اس وقت تک حالات کے سدھرنے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ ہم نے صرف چند موٹی موٹی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، جن میں ہماری اکثریت مبتلا ہے، اور جن کا موجودہ حالات کے پیدا ہونے میں بہت بڑا کردار ہے، یہ وہ روحانی بیماریاں ہیں، جن کو دور کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں دیگر چیزوں پر توجہ نہیں دینی ہے، وہ چیزیں بھی ضروری ہیں اور یہ بھی، دونوں میں توازن ہوگا تب ہی ہماری کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

1۔ مادیت پرستی:

آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہر شخص دنیا کی دولت کے پیچھے پڑا ہے، ہر ایک کی نگاہ میں نقد منافع کی اہمیت ہے، جن اعمال کی بنیاد پر کل اجر ملے گا، انہیں بالکل بے حیثیت سمجھ لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے کی فکر میں ہے، وہ اپنی موجودہ پوزیشن پر قانع نہیں؛ بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے اسے دے رکھا ہے، وہ اسے گویا کم تر سمجھتا ہے اور ہمہ وقت اس میں اضافہ کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔ دولت کمانا یا اس میں اضافہ کی کوشش کرنا کوئی معیوب بات نہیں؛ لیکن اس کے کچھ حدود ہیں، انہی حدود میں رہ کر انسان حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جیسا غنی اور مالدار بھی بن سکتا ہے؛ مگر افسوس یہ ہے کہ اس مادی نقطۂ نظر نے تمام حدود کو پھلانگنا سکھا دیا ہے، اب ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ مال دار ہوجائے، ایک ریس ہے جس میں سب بھاگے جارہے ہیں، نہ حلال وحرام کی فکر ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال۔ یہی وہ مرض ہے جس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان حد فاصل کو ختم کردیا ہے۔ مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا کہ وہ آخرت کے لیے جیتے تھے اور آخرت کے لیے ہی سب کام کرتے تھے؛ مگر انہوں نے اپنے اس امتیاز کو ختم کرکے خود کو اسی رنگ میں رنگ لیا ہے، جو غیروں کا رنگ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:''**إنكم خلقتم للآخرة**'' (اے مسلمانو! تمہیں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے)۔ دوسری حدیث میں فرمایا تھا:''**الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر**'' (دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت)۔

مادیت پرستی کی اس بیماری کا اندیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی تھا، اسی لیے آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا: ''**إني لا أخشى عليكم الفقر، ولكن أخشى أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم، فتهلككم كما أهلكتهم**'' (مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم فقر وفاقہ سے مارے جاؤ گے؛ لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کردی جائے گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی اس کے جال میں پھنس کر اسی طرح ہلاک ہوگے، جیسے اس نے تم سے اگلوں کو ہلاک کیا تھا)۔

ضرورت ہے کہ ہم اس بیماری سے باہر آئیں، اور وقتی نفع سے اوپر اٹھ کر دائمی اور اخروی فائدہ پر نظر رکھیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:''**بل تؤثرون الحيوة الدنيا، والآخرة خير وأبقى**'' (اعلی:۱۶-۱۷)(تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو (اور اسی کے فائدہ کے لیے دوڑتے بھاگتے ہو) حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور پائیدار ہے)۔

2۔ آخرت فراموشی اور بے احتسابی:

مادیت پرستی کا ہی نتیجہ آخرت فراموشی ہے۔ آج ہم میں سے اکثر کا یہ حال ہے کہ کئی کئی ہفتے گذر جاتے ہیں، اور ہمیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہمیں خدا کے حضور پہنچنا ہے، قبر کے مراحل سے گذرنا ہے اور آخرت کے سخت ترین دن سے نمٹنا ہے، حدیث شریف میں ہے:''**لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه، وعن علمه ماذا عمل فيه**''۔ (قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا، جب تک اس سے ان چار باتوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے اور وہ ان کا صحیح صحیح جواب نہ دے دے: عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں کھپائی، جوانی کہاں بسر کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور جتنا علم تھا، اس پر کہاں تک عمل کیا)۔

یوں تو ضروری ہے کہ ہمہ وقت آخرت کا استحضار رہے؛ لیکن اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اتنا تو لازمی ہے کہ ہم ہر روز کسی خاص وقت - بالخصوص رات کو بستر پر لیٹے ہوئے - خدا تعالی کے سامنے جواب دہی کے بارے میں سوچیں، اور ذرا تصور کریں کہ اگر وہ ہم سے حساب لینے لگا، تو ہمارا کیا بنے گا۔ روزانہ کے اپنے اعمال کا جائزہ لیں، کہ کتنے اچھے عمل کئے اور کتنے گناہ کئے، اور سونے سے پہلے استغفار ضرور کریں۔

3۔ خواہش پرستی:

وہ لوگ جو آخرت کو بھی یاد رکھتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالی کے سامنے جواب دہی کا احساس بھی ان میں پیدا ہوتا ہے، اور وہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی بھی فکر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ ہو؛ لیکن وہ اپنی خواہش اور ''جی'' کے آگے شکست کھا جاتے ہیں۔ اذان کی آواز سن کر دل میں نماز پڑھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن محض اس وجہ سے مسجد نہیں پہنچ پاتے کہ ان کی خواہش پر بار ہوتا ہے اور ان کا ''مَن'' نماز پڑھنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبھی ان کے دل میں گناہ کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اور اللہ تعالی کا خوف بھی سامنے آتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے؛ لیکن پھر ''جی'' اور ''خواہش'' کے ہاتھوں مجبور ہوکر وہ گناہ کر بیٹھتے ہیں۔

اس طرح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ جو اپنی خواہش کو اللہ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں اور اسلامی احکام کے آگے خواہش کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے:''**أفرأيت من اتخذ إلهه هواه**'' (فرقان:۴۳)(یعنی آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے معبود کی بات مانتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے، اسی طرح بعض لوگ اپنی خواہش کے پیچھے چلتے ہیں، جیسے ان کی خواہش ہی ان کے لیے معبود ہو۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے من مانی زندگی گذارنے والے کو ''نکما'' اور ''عاجز'' قرار دیا ہے، فرمایا: ''**والعاجز من اتبع نفسه هواه وتمنى على الله**'' (نکما ہے وہ شخص جو اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے چلائے اور پھر اللہ پر تمنا باندھے (کہ وہ تو غفور ورحیم ہے، وہ معاف کردے گا، لیکن اس کے خوف سے گناہ سے نہ رکے)۔

حدیث میں غور کیا جائے، تو نکمے پن کا تعلق صرف دینی اور اخروی امور سے نہیں؛ بلکہ دنیاوی چیزوں سے بھی ہے۔ جو شخص بھی اپنے ''مَن'' کا غلام ہو، وہ دنیا میں بھی ترقی نہیں کرسکتا۔ ایک طالب علم اگر اس وجہ سے کہ پڑھنے جی نہیں کرتا، تعلیم میں سستی کرے، یا ایک تاجر اس وجہ سے کہ دوکان کھولنے پر دل آمادہ نہیں، اپنی تجارت میں سستی برتے، تو ظاہر ہے نہ وہ طالب علم کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ایسا تاجر خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اس لیے اس بیماری سے بھی خود کو بچانے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب گناہ کرنے کا داعیہ پیدا ہو یا کسی فرض اور واجب کے ترک کا خیال آئے، تو انسان اللہ تعالی کے سامنے حضوری اور جواب دہی کا تصور کرلے، تو امید ہے کہ آہستہ آہستہ اس بیماری سے نجات ملے گی؛ لیکن اس کے لیے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے۔

4۔ ذاتی مفاد:

ایک بڑی بیماری ہماری یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اپنے تمام اعمال وافعال اور حرکات وسکنات کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس سے ہمارا کیا نقصان ہے یا ہمارا کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم اپنے ہر عمل کو اس حیثیت سے دیکھیں کہ اس سے امت کا کیا نفع اور کیا ضرر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالی نے ہمیں فرد سے زیادہ امت بنایا ہے۔''**كنتم خير أمة**'' (آل عمران:۱۱۰)(تم بہترین امت ہو) اور دوسری جگہ ہے:''**وكذلك جعلناكم أمة وسطاً**'' (بقرہ:۱۴۳)(اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط - افضل امت - بنایا)۔ پتہ چلا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں: ایک انفرادی اور دوسری اجتماعی۔ لہذا کوئی بھی ایسا عمل ہم نہ کریں، جس میں ہمارا ذاتی فائدہ تو ہو؛ لیکن امت کا نقصان ہو۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوتا جس کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہے؛ بلکہ اس کا اثر دوسروں تک ضرور پہنچتا ہے اور دوسرے لوگ لازماً اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک انسان اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ خود تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا ذاتی فعل ہے، نماز پڑھے یا نہ پڑھے؛ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر اس کے بیوی بچوں اور دیگر افراد پر بھی پڑتا ہے، جب وہ نماز نہیں پڑے گا، تو اس کی دیکھا دیکھی اس کے بچے بھی نماز میں سستی کرنے لگیں گے، یا اگر وہ جھوٹ بولتا ہے، تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسی گناہ میں ملوث ہوسکتے ہیں۔

جب ایک ایسے عمل کا یہ حال ہے، جو ایک حد تک ذاتی حیثیت رکھتا ہے، تو ان اعمال کے بارے میں کیا کہا جائے، جو سراسر اجتماعی امور سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہوکر ہمیشہ امت کا مفاد ملحوظ رکھیں۔ ہماری حیثیت انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے، ہم ایک زنجیر کی کڑیاں اور ہار کی لڑیاں ہیں۔ اس لیے اگر ہمارے کسی عمل سے اس لڑی کے بکھرنے یا زنجیر کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو، تو ہم کوشش کریں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔

5۔ بے حیائی اور بے کاری:

اس وقت مسلمانوں میں اور بالخصوص نوجوانوں میں دیگر قوموں کی طرح بے حیائی اور اباحیت پسندی کا رجحان زوروں پر ہے۔ شرم وحیاء اور عفت وپاک دامنی کے الفاظ سے معاشرے خالی ہوتے جارہے ہیں۔ اس بے حیائی کا ایک سنگین نتیجہ یہ ہے کہ امت کا ایک بڑا حصہ بے کاری میں مشغول ہے۔ ان کاموں میں گھنٹوں گذار دیے جاتے ہیں، جن میں نہ دین کا کوئی نفع ہوتا ہے اور نہ دنیا کا۔ بے حیائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ریس ہوتی ہے، اور جو جتنا زیادہ بے حیاء ہوتا ہے، وہ خود کو اتنا ہی معزز سمجھتا ہے۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ عورتیں بھی بے حیائی میں نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ ہیں؛ بلکہ ان سے ایک بالشت آگے ہی ہیں، ضرورت ہے کہ معاشرہ سے اباحیت پسندی کے جذبہ کو دور کیا جائے اور عفت وپاک دامنی کے اصولوں پر اسے استوار کیا جائے، اس لیے بچوں پر بالکل بچپن سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں سب سے بڑا کردار والدین ادا کرسکتے ہیں۔

دینی مدرسوں اور درسگاہوں کا مقصد

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

دینی تعلیم کا اولین مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ طالب علم ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہو؛ اور طہارت، عبادات اور روزمرہ کے معاشرتی معاملات سے متعلق شرعی مسائل پر اتنا عبور حاصل کرلے کہ عوام کی رہنمائی کر سکے۔ ابتدائی اور ثانوی مراحل سے آگے بڑھ کر جو طلبہ اعلیٰ دینی درس گاہوں سے فارغ ہوں، ان سے بجا طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ قرآن مجید کی صحیح قرأت کے ساتھ نماز پڑھا سکیں اور ابتدائی مدارس میں دینی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھال سکیں۔ ان کاموں سے آگے بڑھ کر روزمرہ در پیش مسائل میں فتویٰ دینے یا مستند فقہی رایوں کو عوام تک پہنچانے کا کام بھی مطلوب رہا ہے۔ مگر اسے وہی لوگ انجام دے سکتے تھے جو اعلیٰ تعلیم کی دینی درس گاہوں سے فارغ ہوں۔

انگریزوں کا زمانہ ہو یا آزادی کے بعد کا، ہندوستان، مسلمانوں کے دینی معتقدات کے دفاع کے ساتھ ان کے ثقافتی آداب کے تحفظ میں بھی مدرسوں اور درس گاہوں کا کردار اہم رہا ہے۔ اگرچہ مسلمانان ہند کی سیاسی قیادت، علماء دین کے ہاتھوں میں کم ہی رہی لیکن ان کی رایوں کا اثر پڑتا رہا ہے۔ کوئی ایسی سیاسی جماعت جو علماء دین کے تعاون سے یکسر محروم ہو، مسلمان عوام کی بہت بھاری تعداد کو اپنے پلیٹ فارم پر نہیں جمع کر سکی۔ دینی مدارس اور اعلیٰ درس گاہوں کے نظام کا مقصد طالب علم کو کسب معاش کے لیے تیار کرنا نہیں رہا، نہ اصلاً نہ ضمناً۔ سو، دوسو سال پہلے کسب معاش کے تین بڑے ذرائع تھے۔ زراعت، جو مجموعی قومی پیداوار میں اسی فیصد حصہ رکھتی تھی؛ تجارت اور دست کاری یا وہ صنعتیں جو دیگر اشیاء استعمال پیدا کرتی تھیں مگر طاقت (Energy) کے کسی خارجی منبع کی محتاج نہ تھیں (جیسا کہ بجلی، پٹرول، ایٹمی توانائی وغیرہ کی ایجاد کے بعد ہوا)۔ اس وقت ان تینوں کاموں- زراعت، تجارت اور صنعت- میں سے کسی کے لیے بھی ''علم'' کی ضرورت نہیں تھی۔ نہ صرف یہ کہ علم زراعت، علم تجارت یا علم صنعت وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ عملاً ایک ناخواندہ انسان کے لیے ان کاموں کا انجام دینا دشوار بھی نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ اسے کسی اکاؤنٹینٹ یا صنعت کی حد تک، کسی ماہر فن کی مدد درکار ہوتی تھی۔ کافی دنوں تک ''علم'' کا روزی کمانے بلکہ دولت مند بننے سے کوئی تعلق نہیں تھا، الا یہ کہ آدمی معلم یا مدرس بن کر یا کتابیں لکھ کر خطوط نویسی اور نقل نویسی کے ذریعہ روزی کمانا چاہتا ہو۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب غیروں کی دست درازی اور اپنے تساہل سے دینی زندگی کو بچانے کے لیے بہت سے مدرسے قائم ہوئے تو ملک میں ایسے اسکول بھی سرکاری طور پر قائم کئے جا رہے تھے جن میں حکمراں قوم کی زبان انگریزی اور جدید قسم کی ریاضیات، جغرافیہ وغیرہ پڑھائے جاتے تھے۔ نئے حالات میں ان نئے علوم کا حاصل کرنا بے شک روزی کمانے کے ایک نسبتاً نئے ذریعہ، سرکاری ملازمت، کے لئے روز افزوں اہمیت حاصل کر رہا تھا۔ پھر بھی دینی مدارس کے نصاب میں ان ''عصری علوم'' کو اس لیے شامل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا کہ اس کام کے لیے سرکاری مدارس موجود ہیں۔ بقول بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا قاسم نانوتوی: ''ایسے میں رعایا کو مدارس علوم جدیدہ کا بنانا تحصیل حاصل نظر آیا۔''

وقت گزرنے کے ساتھ یہ سمجھا جانے لگا کہ مسلمان بچوں کی ایک بڑی تعداد بالآخر عام اسکولوں میں تعلیم حاصل کرے گی۔ البتہ جو لوگ اپنے دینی رجحان یا غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو دینی مدرسوں میں (جن میں سے بعض میں مفت قیام و طعام کا بھی انتظام ہوتا ہے) بھیجتے ہیں، ان کو بھی روزی کمانے کے لیے کوئی ہنر سکھا دیا جائے تو اچھا ہو۔ چنانچہ بیسویں صدی کے نصف آخر میں اس نئے خیال کے تحت بعض مدارس میں گھڑی سازی وغیرہ ہنر سکھائے جانے لگے اور بعض مدرسوں اور درس گاہوں میں انگریزی، جدید ریاضیات، جغرافیہ وغیرہ کو بھی شامل نصاب کرلیا گیا۔ ایسا کرنے کی اہمیت اس وجہ سے اور بڑھ گئی کہ کچھ عرصہ پہلے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ نے سند یافتہ فارغین مدارس کے لیے بعض اونچی کلاسوں میں داخلہ کی سہولت فراہم کردی۔

بیسویں صدی کے نصف آخری میں بعض اعلیٰ دینی درس گاہوں نے اس احساس کے تحت بھی انگریزی زبان اور بعض سماجی علوم کو شامل نصاب کیا کہ ان سے فارغ ہونے والے، قدیم دینی علوم اور جدید علوم- دونوں سے استفادہ کرتے ہوئے مسلمان عوام کو بہتر رہنمائی فراہم ہو سکیں۔ صرف متوارث دینی نصاب تعلیم سے فارغ ہونے والے علماء، مسلم سماج کی اس ابتدائی ضرورت کی تکمیل سے بھی عاجز ہوتے جا رہے تھے جس کے سبب یہ سماج صدیوں سے ''علماء'' کی قدر کرتا تھا، یعنی روزمرہ مسائل میں دینی رہنمائی۔ اب بدلتے ہوئے حالات ایسے سوالات سامنے لا رہے تھے جن کے جوابات پرانی کتابوں میں نہیں لکھے تھے اور جن کا جواب دینے سے وہ عالم عاجز تھے جو صرف وہی بات زبان پر لا سکتے تھے جو ان کتابوں میں لکھی ہو۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دوسو سال پہلے تعلیم گاہیں صرف لڑکوں کے لیے قائم کی جاتی تھیں اور لڑکیوں کے سلسلہ میں گھریلو تعلیم پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ گھریلو تعلیم صرف ان گھروں تک محدود تھی جن میں پڑھے لکھے والدین ہوں یا جو گھر پر استاد رکھ کر تعلیم دلوانے کی مالی استطاعت رکھتے ہوں۔ چونکہ مسلمانوں کی غالب اکثریت ایسی نہیں تھی، لہٰذا حال حال تک مسلمان بچیوں کی نوے فیصد سے زیادہ تعداد ناخواندہ رہ جاتی تھی۔

گزشتہ چالیس برسوں میں صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ کم از کم شہری علاقوں میں زیادہ تر بچیاں اسکول جا رہی ہیں۔ بچیوں کے لیے دینی مدارس قائم کرنے کا رجحان دیر سے ابھرا۔ اور ان کو اعلیٰ سطح کی دینی تعلیم دینے والی درس گاہیں بھی بہت کم ہیں۔ مسلمان آبادیوں کے اکثر علاقوں میں بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی زیادہ ادارے نہیں ہیں۔ البتہ جو عام اسکول مسلمانوں کے زیر انتظام ہیں، ان میں ضمنی طور پر دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ امت کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم اور طریقۂ تدریس صرف اب تک کے ''معلوم'' کو نئی نسلوں تک منتقل کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ انہیں نئے علم کی دریافت کے لیے بھی تیار کرے، اس کے لئے منطقی استدلال و استنباط کے پہلو بہ پہلو، تجربہ اور استقراء (Observation) کو بھی جگہ دینی ہوگی اور ان کو نئے علم دینی تک پہنچنے کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ سمجھنا ہوگا۔ خاندانوں کے استحکام، افراد کی اخلاقی تربیت، ریاست کے کارکنوں میں دیانت داری اور امانت کا اہتمام، ان مقاصد کے حصول کے لئے جہاں قدیم سے ہدایات اخذ کی جائیں گی، وہاں جدید حالات میں تجربہ اور استقراء سے مدد لئے بغیر حصول مقصد میں کامیابی ممکن نہیں۔

ہمارے مدرسوں اور درس گاہوں کی موجودہ فضا کو اس کام کے لئے سازگار بنانے کے لئے کلاس روم کے اندر اور باہر تبادلہ خیالات اور نئے سوالات اٹھانے کی رسم ڈالنی ہوگی۔ بے جھجک اختلاف رائے، تنقید اور متبادل افکار کے لئے اپنے علمی رسالوں اور صحافتی مراسلات میں جگہ بنانی ہوگی۔ طالب علم سوال کرے تو برا نہ مانا جائے۔ شک ظاہر کرے تو تشویش میں نہ مبتلا ہوا جائے، اسلاف کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے سامنے لائے تو اسے بے ادبی اور تنقیص پر نہ محمول کیا جائے۔ سوال سے روکنا، شک پر زجر و توبیخ، اپنی رائے پر اصرار کو قابل سزا و جرم سمجھنا......اس فضا کو ختم کر دینے والے طریقے ہیں جن میں ایجاد و اختراع اور ابداع (Inovation) و تنوع پروان چڑھتے ہیں۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جدید مادی ترقی، بجلی، ہوائی جہاز اور کمپیوٹر جیسی ٹھوس چیزوں کی دریافت پر مبنی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان مفید ایجادات کے انقلابی اثرات کے پہلو بہ پہلو، ان نئے تصورات کی ''دریافت'' نے بھی ہماری ترقی میں بڑا حصہ لیا ہے جن کا تعلق تنظیم و ادارہ (Management) اور کاموں کو کرنے کے طریقہ سے ہے، نہ کہ طاقت (Energy) کے کسی نئے منبع کی دریافت یا کسی نئی مشین کی ایجاد سے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) آج سے تقریباً پچاس، ساٹھ سال پہلے ایک طالب علم کو امتحان کے طور پر ایک مضمون لکھنے کو دیا گیا تھا جس میں یہ بتانا تھا کہ امریکہ جیسے وسیع و عریض ملک میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک ڈاک اور پارسل کم سے کم وقت میں کیسے پہنچائے جائیں۔ اس وقت تک ہر شہر سے ڈاک اور پارسل براہ راست اس شہر کو بھیجے جاتے تھے جہاں ان کو پہنچانا ہوتا تھا۔ اس طالب علم نے یہ تجویز کیا کہ سارے ملک سے ڈاک اور پارسل کسی ایک مرکزی مقام پر بھیجے جائیں، پھر وہاں سے ہر شہر کی ڈاک اور پارسل اس سینٹر کو بھیجی جائے۔ اس نے اس بات پر دلیلیں دی تھیں کہ اس طرح کم وقت اور کم خرچ میں مطلوبہ خدمت انجام دی جا سکے۔ یہی تصور اس کے چند برسوں بعد DHL اور فیڈرل ایکسپریس نامی مشہور امریکی کمپنیوں کے طریق کار کی بنیاد بنا اور اب اسی اصول کو ساری دنیا میں اختیار کیا جا چکا ہے۔ اس ''اکتشاف'' کی کہانی، اس پر مبنی پہلی کمپنی کی غیر معمولی کامیابی کی کہانی پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر عبرت کی بات یہ ہے کہ امتحان لینے والے پروفیسر نے اس طالب علم کو C گریڈ دیا تھا، یعنی تھرڈ کلاس!

(۲) ایک دوسری مثال ایک فیکٹری کے مالک کی ہے۔ اس کی فیکٹری ہفتہ کے ساتوں دن کام کرتی تھی مگر وہ خود ہفتہ میں ایک دن چھٹی مناتا تھا۔ باقی چھ دن وہ بڑے ذوق و شوق سے فیکٹری کے ہر شعبہ میں جا کر اس شعبہ کے ذمہ داروں اور مزدوروں کے کام کی نگرانی کرتا، ان کی ہمت افزائی کرتا اور ان سے خوش تعلقاتی کے مظاہرے کرتا۔ یہ مالک اپنی فیکٹری کی کارکردگی پر برابر نظر رکھتا تھا، مگر اسے اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ فیکٹری کی روزانہ کارکردگی کا گراف سب سے اونچا اس دن رہتا تھا جس دن وہ چھٹی مناتا تھا۔ اسے کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ اس کے قیمتی مشوروں اور پیار کی باتوں کا کارکنوں کی کارکردگی پر سلبی اثر پڑ سکتا ہے۔ لیکن طویل مشاہدہ کے بعد اسے یہ تلخ حقیقت تسلیم کرنی پڑی کہ مسلسل نگرانی اور ہر قدم پر مداخلت سے کارکنوں کی کارکردگی مجروح ہوتی ہے جب کہ آزادی کار اور کارکنوں کی اپنی سمجھ اور قوت فیصلہ پر اعتماد سے پیداآوری (Productivity) میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس نے اپنا طریقہ بدلا تو اس ''دریافت'' کی مزید توثیق ہوئی، پھر اس کا چرچا ہوا تو ہر طرف سے مینجمنٹ کے اس ''نئے طریقہ'' کی تائید میں شواہد پیش کئے گئے اور آج یہ علم ادارۂ اعمال (Business Administration) کا ایک مسلمہ اصول ہے۔

بیسویں صدی کا نصف آخر اس طرح کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ہمارے اساتذہ اور مدرسین کو بھی غور کرنا چاہئے کہ خیال میں بڑی طاقت ہے۔ تخیل، تفکر اور تدبر بڑی قیمتی انسانی سرگرمیاں ہیں، ان کی پوری طرح ہمت افزائی ہونی چاہئے۔ مگر ان سرگرمیوں کا تعلق صرف کتابوں کے سمجھنے، متن کی شرح اور استاد کا دیا ہوا سبق دہرانے سے نہیں، زندگی کے ہر کام سے ہونا چاہیے۔ عالم فطرت، انسانی مزاج، اجتماعی تعلقات، معاشرتی زندگی، دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، تربیت اولاد، اجتہاد......غرض، ہر کام میں فکر تازہ کی گنجائش بھی ہے اور ضرورت بھی۔ سلف صالح کے فکری اور علمی ورثہ کو امانت کے ساتھ مستقل کرنے کا کام بلاشبہ ایک اہم کام ہے جس کی انجام دہی پر امت، دینی درس گاہوں اور ان کے اساتذہ کی ہمیشہ گزار رہے گی مگر اس سے آگے بہت کچھ درکار ہے۔

یادداشت اور حفظ پر زور کم کرنے، سوال و خیال کے نازک پودوں کی آبیاری کرنے، اور طالب علم کو سوچنے، رائے قائم کرنے، اس رائے کو ظاہر کرنے، اور اعتراض و تنقید کا ہدف بننے کی صورت میں اس رائے کا دفاع کرنے یا اس میں ترمیم و تبدیلی پر آمادہ ہو جانے......کی صلاحیت پیدا کرنے کا کام اب ہمارے اساتذہ کے لئے اصل چیلنج ہے۔ ہمارا مستقبل اسی صورت میں شاندار ہو سکتا ہے جب وہ اس چیلنج سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوں۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں

جذباتیت کے نقصانات

مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی

انسانی زندگی میں صبر وتحمل کی وجہ سے جس قدر مثبت نتائج سامنے آتے ہیں، اسی قدر جذباتیت انسان کے اندر جذبۂ انتقام، سرعت اور انفعال کی وہ کیفیت پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پاتا ہے، اور زبان کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہاتھ بھی دراز ہوجاتا ہے اور انسانی قدریں پامال ہوجاتی ہیں، اور ایک باعزت شخص لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، اور اس کے اخلاقی قدروں کا گراف گرتا چلا جاتا ہے، اور نیک نامی بدنامی میں تبدیل ہوجاتی ہے، اس لیے مومنانہ صفات میں اس کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، جذباتیت قوت غضبیہ کا مظہر ہوتی ہے اور بسا اوقات جذباتیت کا اسیر عجب اور کبر میں مبتلا ہوکر دنیا وآخرت کے خسران کا نشانہ بن جاتا ہے، اسی لیے قرآن پاک میں جابجا صبر کی تلقین کی گئی ہے اور احادیث نبویہ اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے بہتر نمونے پیش کیے گئے جن سے جذباتیت کی نفی ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی گستاخی کی تو آپ نے اس کو پچھاڑ دیا، اسی اثناء میں اس نے آپ پر تھوک دیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ اگر میں کوئی اقدام کرتا تو نفسانی خواہش کی بنیاد پر جذباتی ہوکر کرتا، اس لیے میں نے گریز کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے معاملہ میں کبھی جذبات میں نہیں آتے تھے اور جذباتیت کی بنیاد پر کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن جہاں حقوق اللہ اور شعائر اللہ کے خلاف کوئی بات ہوتی تو آپ کا غضب اور جذبہ دیدنی ہوتا اور انتقامی کارروائی بھی کرتے تھے یا کم از کم سرزنش فرماتے تھے، کسی بھی فیصلہ میں سرعت اور جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے، بلکہ اس سے منع فرماتے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیمہ میں آواز لگائی کہ کون ہے جو ابوسفیان (جو کافروں کے سپہ سالار تھے) کے بارے میں پتہ لگائے کہ اس وقت وہ کیا کر رہے ہیں؟ صحابہ کرامؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں تھے، وہ سوچکے تھے، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہ آواز لگائی، اور تیسری دفعہ حضرت حذیفہ الیمانؓ کا نام لے کر پکارا، حضرت حذیفہ الیمانؓ نے لبیک کہا اور اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تشریف لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ: بس پتہ لگا کر آؤ، ان کو بھڑکانا نہیں: "**لا تذعرنّ عليّ**" (ہمارے خلاف بھڑکانا نہیں) حضرت حذیفہؓ نے تیر وکمان سنبھالا اور ابوسفیان کا پتہ لگانے کے لیے نکل گئے۔

کہتے ہیں: ٹھنڈک بہت زیادہ تھی لیکن خیمہ کے باہر نکلتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ میں کھلی فضا میں نہیں بلکہ کسی بند حمام میں ہوں، جہاں پانی گرم کیا جاتا ہے اور فضا اس کی وجہ سے گرم ہوا کرتی ہے، پہاڑی کے ڈھلوان سے گذرتے ہوئے میں ابوسفیان کے قریب پہونچ گیا اور وہ اس وقت الاؤ جلا کر اپنی پیٹھ سینک رہے تھے، ان کو دیکھ کر میں جذباتی ہوگیا اور سوچا کہ سارا مسئلہ تو یہی ہیں، آج ایک ہی تیر میں ان کا کام تمام کیا جاسکتا ہے، میں تیر کو کمان میں رکھا اور نشانہ لینے ہی والا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آگیا: "**لا تذعزن علي**" (ان کو بھڑکا کر خوف میں مبتلا نہ کرنا) لہٰذا میں رک گیا اور گردوپیش کا جائزہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوری رپورٹ پیش کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اپنی کملی کا حصہ میرے جسم پر ڈال دیا اور میں گہری نیند سوگیا، خیمہ میں شدید ٹھنڈک کا احساس ہوا جب کہ باہر اس کے برعکس فضا محسوس ہوتی رہی۔ یہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت کا ثمرہ تھا، اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اطاعت رسولؐ کی وجہ سے حالات تبدیل ہوسکتے ہیں، حضرت حذیفہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جذباتی ہونے سے منع فرمایا تھا، جذبہ قابل قدر ہے، لیکن جذباتیت انسان کو منفی کردار پر آمادہ کردیتی ہے۔

ایک سریہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر قبیلہ جہینہ کی سرکوبی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا، صبح سویرے شب خوں مارنے کی کارروائی کی گئی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انہوں نے بجائے "**أسلمنا**" کہنے کے "**صبأنا صبأنا**" کہا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو انکار پر محمول کیا اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا، لیکن حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جو اس سریہ میں موجود تھے، آپؓ نے خود بھی اور دیگر رفقاء کو بھی ایسا کرنے سے منع فرمادیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی اس جذباتیت پر نکیر کرتے ہوئے اپنی برأت کا اظہار کیا، اس سے معلوم ہوا کہ تحمل سے کام لینا چاہیے، قوت برداشت کو پیش نظر رکھ کر اپنے آپ کو بے قابو ہونے سے بچانا چاہیے۔

آج ہمارے معاشرہ میں جذباتیت بہت زیادہ ہے، اس کی وجہ سے انفرادی اور اجتماعی نقصانات بھی بہت اٹھانے پڑ رہے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ میں دعوت وارشاد کا کام کرتے رہے، ان کی طرف سے برابر انکار کا معاملہ ہی نہیں، بلکہ ستم رانی بھی ہوتی رہی، یہ سوچ کر کہ شاید اہل طائف اس عظیم دعوت کو قبول فرمالیں اور دارین کی سعادت کے مستحق ہوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلام حضرت میسرہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن اہل طائف نے امید کے برخلاف شدید معاندانہ رویہ اختیار کیا، آپ کو طعن وتشنیع، طنز وتعریض کا نشانہ بنایا گیا، اوباشوں کے ذریعہ آپ کے جسم اطہر پر خشت باری کی گئی جس سے آپ کا جسم اطہر لہولہان ہوگیا، آپ انتہائی پریشانی کی حالت میں وہاں سے نکلے لیکن آپ نے نہ ہرزہ سرائی کی اور نہ ہی کسی کے خلاف دست درازی کی بلکہ تحمل سے کام لیتے ہوئے ان کے حق میں دعا فرمائی: "**اللّٰهم اهد قومي فانهم لا يعلمون**" (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، اس لیے کہ وہ جانتے نہیں ہیں)۔ اللہ عزوجل نے اس موقع پر جذباتیت پر قابو رکھنے کے صلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انعامات سے نوازا۔

(۱) مقام نخلہ میں اجنہ آپ کے دست حق پرست پر اسلام لائے۔

(۲) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی راہ ہموار ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ اگر اہل طائف قدر کرتے تو آج طائف ہی مدینہ منورہ ہوتا؛ لیکن انہوں نے جذباتیت سے کام لیا اور قدر نہیں کی اور نقصان اٹھائے۔

(۳) اللہ عزوجل نے اس اندوہناک معاملہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے نوازا، انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ان کی امامت کی اور ایک معجزاتی انداز میں یہ سب کچھ ہوا، آسمان وزمین کی سیر کرائی گئی اور یہ اشارہ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وہاں تک پہونچے گی جہاں تک آپ کی نگاہ پہونچ رہی ہے، یہ تحمل و برداشت اور سنجیدگی کے ساتھ معاملہ فہمی، عدم رجاییت سے پاک زندگی کا حاصل ہے جو ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ملتا ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس راہ پر گامزن تھے، اسی کے داعی بھی تھے چنانچہ ایک موقع پر جب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حج فرمایا، بہت سے صحابہ اور سپہ سالاران کے لشکر کے ہمرکاب تھے، منیٰ میں قیام کے دوران ایک شخص نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی وفات اگر ہوگئی تو ہم حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے اور اچانک بیعت پھر قابل قبول ہوجائے گی جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور پھر استحکام ہوگیا، حضرت عمر فاروقؓ امیر المومنین کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؓ نے فوراً سب کو جمع ہونے کا حکم دیا تاکہ اس کے خلاف تقریر کریں، اس موقع پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ موجود تھے، انہوں نے کہا: امیر المومنین! ایسا نہ کریں، جذبہ میں نہ آئیں، سنجیدگی سے سوچیں، اس وقت عوام الناس کی بڑی تعداد موجود ہے، وہ آپ سے قریب ہوں گے اور آپؓ کی بات سنیں گے اور سمجھیں گے نہیں اور بات کا بتنگڑ بنادیں گے، آپ تحمل سے کام لیں اور مدینہ منورہ پہنچ کر اس مسئلہ کو اٹھائیں، وہاں منتخب مجمع ہوگا اور آپ کی بات صحیح طور پر لوگ سمجھ سکیں گے، حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور بڑی آزمائش سے سب لوگ محفوظ رہے۔

لہٰذا ہمیں ہر معاملہ میں سنجیدہ، متین اور تحمل کے ساتھ غور کرنا چاہیے اور اجتماعی وانفرادی معاملہ اس پر عمل کرنا چاہیے، دشمن کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا ہے تاکہ ہم جذبات میں آجائیں، اقدام کریں، اور جو جذبات میں آجاتا ہے، وہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے، اپنی ذات پر قابو کھودیتا ہے، پھر کیا بولتا ہے اور کیا کرتا ہے، اس کے نتائج کیا ہوں گے، اس سے نابلد ہوتا ہے اور بہت بڑے نقصان کے دلدل میں پھنس جاتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے اور سماجی زندگی میں اس کے بغیر کوئی تخلیقی وصالح کام بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بقیہ مولانا عبد اللہ عباس ندوی...... جس میں انہوں نے اپنے نامور استاذ، داعی اسلام، حضرت مولانا ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کے علمی وفکری کارناموں کا تجزیہ کرنے کے بعد آخر میں لکھا کہ

"طاب حیا۔۔۔ زندگی کامیاب، بلند اقبال رہی، مقبولیت عند اللہ کا تاج زریں آخری سانس تک سر پر رہا، مقبولیت ونورانیت ایسی جو عہد قریب میں کہیے یا اس صدی مین اس درجہ وسیع پیانے پر شاید ہی کسی کو حاصل رہی، ایک فقیر بےنوا، بے تاج وگہر نے بادشاہی کی، دلوں پر حکومت کی ملک اور ملک سے باہر جن کی کتابیں پڑھنا، علم وثقافت کی دلیل بنی، جس نے وقت کے کسی بڑے سے بڑے جابر حکمراں کی پرواہ نہ کی، مزید آگے تحریر فرمایا کہ "مجھے یا کسی کو حضرت مولانا مرحوم کے مقام ومرتبہ کو جاننے کے لیے کسی کے اعتراف یا شہادت کی ضرورت نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ جو علمی وفکری میراث آپ نے چھوڑی ہے، اس کا بار اٹھانے والے نوجوان سامنے آئیں اور وہ مسافت جس کا طے کرنا ابھی باقی ہے، اس کو طے کرنے کی لگن لوگوں کے دل میں پیدا ہو، یہی مولانا کو سچا خراج عقیدت ہوگا۔" اس مختصر اقتباس سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی نے بھی زبان حال سے ہم سب کو یہی پیغام دیا کہ ایک داعی امت کی حیثیت سے اسوہ رسول کی روشنی میں میرے مشن اور پیغام امن کو عام کرنے پر خصوصیت سے توجہ دی جائے کہ وقت کی یہی سب سے اہم ضرورت ہے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(یہ مقالہ ۱۸، ۱۹/فروری ۲۰۲۳ء کو منعقد سمینار میں پڑھا گیا)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۶/۱۱۳۲/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ، پورنیہ)

گلفشاں پروین بنت محمد نظام الدین، مقام ادھرنا، وارڈ نمبر ۱۲، ڈاکخانہ وتھانہ ڈگروہ، ضلع پورنیہ۔ فریق اول

بنام

محمد ریحان ولد محمد زاہد عالم، مقام چمپابریلی، ڈاکخانہ ٹولی، تھانہ ڈگروہ، ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً ڈیڑھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دار القضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ، پورنیہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸/شوال المکرم ۱۴۴۴ھ مطابق ۹/مئی ۲۰۲۳ء روز منگل کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

لالچ نے بدعنوانی کو کینسر کی طرح بنا دیا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ بدعنوانی ایک ایسی بیماری ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہے اور یہ اب صرف حکومت کی سرگرمیوں تک محدود نہیں ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ذمہ دار شہری کہتے ہیں کہ بدعنوانی زندگی کا ایک طریقہ بن گیا ہے۔ جسٹس ایس رویندر بھٹ اور دیپانکر دتا کی بنچ نے کہا کہ دولت کی بڑھتی لالچ نے بدعنوانی کو کینسر کی طرح فروغ پانے میں مدد کی ہے۔ اگر بدعنوان لوگ قانون نافذ کرنے والوں کو فریب دینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو ان کی کامیابی پکڑے جانے کے خوف کو بھی مٹا دیتی ہے۔ وہ اس غرور میں ڈوبے رہتے ہیں کہ ضابطہ اور قانون نرم لوگوں کے لیے ہے نہ کہ اثر ورسوخ والوں کے لیے۔ (ایجنسی)

الیکشن کمیشن کو غیر جانبدار بنانے کے لیے سپریم کورٹ کا فیصلہ

الیکشن کمیشن کو حکومت کے چنگل سے آزاد کرنے اور اسے غیر جانبدار بنانے کی سمت میں ایک اہم اور تاریخی فیصلے میں سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ اب چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنرز کا انتخاب وزیر اعظم، لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر اور چیف جسٹس آف انڈیا کی کمیٹی کرے گی۔ آئینی بنچ کی سربراہی کررہے جسٹس کے ایم جوزف نے کہا کہ جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لیے انتخابی عمل کا تقدس برقرار رکھا جائے ورنہ اس کے تباہ کن نتائج ہوں گے۔ ایک کمیٹی چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر کا تقرر کرے گی۔ اس کمیٹی میں وزیر اعظم، لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر اور چیف جسٹس آف انڈیا ہوں گے۔ جسٹس کے ایم جوزف، اجے رستوگی، انیرودھ بوس، ہریش کیش رائے اور سی ٹی روی کمار پر مشتمل بنچ نے الیکشن کمیشن آف انڈیا کے اراکین کی تقرری میں اصلاحات کی سفارش کرنے والی متعدد درخواستوں پر فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ''انتخابی عمل کو بہتر بنانے کے لیے کسی بھی طریقہ کار پر اس عدالت میں غور کرنا چاہیے'' بنچ نے اس بات پر زور دیا کہ الیکشن کمیشن کا فرض ہے کہ وہ منصفانہ اور قانونی طریقے سے کام کرے اور آئین کی دفعات اور عدالت کی ہدایات کی پابندی کرے۔ جمہوریت عوام کی طاقت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ جمہوریت ایک عام آدمی کے ہاتھ میں پرامن انقلاب کی سہولت فراہم کرتی ہے اسے آزادانہ اور منصفانہ طریقے سے منعقد کیا جائے۔ اس میں کہا گیا کہ جمہوریت صرف اسی صورت میں کامیاب ہوسکتی ہے جب تمام شراکت دار انتخابی عمل کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے اس پر کام کریں، تاکہ لوگوں کی مرضی کی عکاسی ہوسکے۔ فیصلے میں ایک مدت سے انتخابی عمل کے 'بے لگام غلط استعمال' پر افسوس کا اظہار کیا گیا۔ فیصلے میں میڈیا کے کردار پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ نے کہا ہے کہ اس کا بڑا حصہ اپنے فرائض سے دستبردار ہوکر متعصب ہوگیا۔ (پریس رپورٹ)

مندر میں مسلم جوڑے کا نکاح

ہماچل پردیش کے شملہ ضلع کے رام پور ٹھاکر ستیہ نارائن مندر کے احاطہ میں ایک مسلم جوڑے کا نکاح قاضی نے پڑھایا۔ لڑکی ایم ٹیک گولڈ میڈلسٹ اور لڑکا سول انجینئر ہے۔ یہ مندر احاطہ آر ایس ایس کا ضلع دفتر بھی ہے۔ مندر میں ہی بارات آئی اور ہندو کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ قاضی نے ایک وکیل اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھایا۔ ہندو-مسلم سب نے مسلم جوڑے کو مبارکباد دی۔ مندر ٹرسٹ رام پور کے جنرل سکریٹری ونئے شرما نے اس موقع پر کہا کہ ہندو مسلم اتحاد کی ایک بڑی مثال پیش کی گئی۔ (ایجنسی)

ذات پر مبنی گنتی میں پوچھے جانے والے سوالات کا گزٹ جلد

ذات پر مبنی گنتی کے تحت گھر گھر جا کر سوال پوچھنے کا سلسلہ 15/اپریل سے شروع ہونے والا ہے۔ جو سوالات پوچھے جانے ہیں، حکومت اس کا گزٹ کرائے گی۔ گزٹ میں آنے والے ان سوالات کے بارے میں عام لوگوں کو پہلے سے معلوم ہوجائے گا، تاکہ مناسب جواب دینے میں آسانی ہو۔ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ سے موصولہ اطلاعات کے مطابق اگلے تین چار دنوں میں ان سوالات کا گزٹ جاری ہوجائے گا۔ ذات پر مبنی گنتی کے تحت جو سوالات ہیں، ان کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذات پر مبنی گنتی سروے سے زیادہ اقتصادی سروے ہے۔ جو سوالات پوچھے جائیں گے، اس کے تحت یہ معلومات بھی فراہم کی جائیں گی کہ کتنے لوگوں کے پاس اپنا گھر ہے۔ ایک گھر میں کتنے ارکان رہ رہے ہیں؟ ایک خاندان کے پاس کھیتی کی زمین ہے؟ خاندان کے کتنے افراد کام کررہے ہیں؟ کتنے لوگ ایک کمانے والے شخص پر منحصر ہیں؟ وغیرہ۔ ذات پر مبنی گنتی کے ساتھ بے گھر افراد کا سروے بھی کیا جائے گا۔ اس سروے کے بعد حکومت کو اس کی معلومات حاصل ہوں گی کہ کس ضلع میں کتنے لوگ بے گھر ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ (پریس رپورٹ)

طب وصحت

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

جسمانی و ذہنی صحت برقرار رکھنے کا قدرتی طریقہ رات کی بھرپور نیند ہے۔ نیند جسمانی و ذہنی توڑ پھوڑ کی مرمت کرتی ہے۔ پھر دن بھر کی تھکاوٹ سے جو توانائی خرچ ہوجاتی ہے، وہ بھی رات ہی کی بھرپور نیند کے طفیل بحال ہوتی ہے۔ حالانکہ نیند کی حالت میں ذہن مکمل طور پر خوابیدہ نہیں ہوتا اور مسلسل کام کررہا ہوتا ہے، مگر خارجی دنیا سے رابطہ نہ ہونے کی بنا پر وہ نسبتاً آرام کی حالت میں ہوتا ہے۔

آرام کی حالت میں تفکرات ختم ہوجاتے ہیں۔ دورانِ نیند ہمارے دُکھ درد، مسائل اور پریشانیاں شعور کی گرفت سے دُور ہوجاتے ہیں۔ ہر فرد کے لئے نیند کی ضرورت مختلف ہوتی ہے۔ یہ چند گھنٹوں سے آٹھ یا دس گھنٹے تک ہوتی ہے۔ عمر میں اضافے کے ساتھ نیند کی ضرورت کم ہوتی رہتی ہے۔ عام طور پر نوزائیدہ بچے تقریباً 18 گھنٹے سوتے ہیں۔ بارہ سال کی عمر میں یہ دورانیہ 8 گھنٹے رہ جاتا ہے۔ 25 سے 45 سال کی عمر والوں کے لئے 7 گھنٹے کی نیند کافی ہوتی ہے کہ عمر کے اس حصے کے بعد بستر پر لیٹنے کا دورانیہ تو بڑھ جاتا ہے، لیکن نیند کا مجموعی دورانیہ کم ہوجاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ عمر رسیدہ افراد نیند کی کمی کی شکایت کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی وجہ سے نیند کی کمی کے شکار ہیں یا پھر رات سونے میں دشواری پیش آتی ہے؟ تو اسباب تلاش کرنے کے لئے ہلکاں نہ ہوں، کیونکہ اکثر افراد بے خوابی کا شکار نہیں ہوتے، بلکہ اس سے متعلق پریشانی انہیں پریشان رکھتی ہے۔

دراصل زیادہ تر افراد کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ انہیں کس قدر نیند کی ضرورت ہے۔ انہیں صرف یہ شکایت ہوتی ہے کہ وہ پوری رات سو نہیں پاتے؟ لہٰذا نیند کی کمی کی شکایت سے قبل اپنے کام، ماحول اور کارکردگی کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یاد رکھیں، اگر کام کی نوعیت مشقت طلب ہے، تو زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے برعکس معمولی نوعیت کے امور انجام دینے والوں کو نیند کی ضرورت کم ہوتی ہے۔ دن بھر تھکا دینے والے کاموں کے بعد تقریباً سب ہی کو پُرسکون نیند کی خواہش ہوتی ہے، لیکن اگر دن میں کچھ وقت سستا لیا جائے، تو اس وجہ سے بھی رات میں نیند کا دورانیہ کم ہوجاتا ہے۔

نیند میں کمی مختلف اقسام کی ہوسکتی ہے۔ مثلاً رات کے ابتدائی حصے میں نیند نہ آنا، جلد بیدار ہوجانا، رات میں بار بار جاگنا یا طویل نیند کے باوجود صبح تازہ دم نہ ہونا وغیرہ۔ جسمانی یا نفسیاتی امراض اور تمام اقسام کے درد بھی نیند کو متاثر کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح بعض نارمل جذبات بھی وقتی طور پر نیند کی کمی و بیشی کا باعث بن جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں، امتحانات، ملازمت کے لئے انٹرویو اور کسی اہم فرد سے ملاقات جیسے عوامل بھی نیند متاثر کرسکتے ہیں۔ اس پریشانی سے محفوظ رہنے کے لئے بہتر ہوگا کہ کوئی مثبت کام شروع کریں۔ جیسے رات میں مطالعے کی عادت ڈالیں۔ بے خوابی کی فکر کریں، نہ زبردستی سونے کی کوشش کی جائے۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر افراد فراغت کے اوقات میں بستر پر لیٹے رہتے ہیں، تو یہ امر بھی نیند کی کمی کی وجہ بن سکتا ہے، لہٰذا بستر صرف سونے کے لئے استعمال کریں۔ پُرسکون ماحول میں سوئیں، جو ہر قسم کے شور شرابے سے پاک ہو۔ دراصل، شور شرابا ہماری جسمانی و ذہنی استعداد کی کمی کا باعث بنتا ہے اور نہ صرف جاگنے، بلکہ نیند کی حالت بھی متاثر کردیتا ہے۔ زیادہ شور وشرابے والے ماحول میں سونے سے جسمانی حرکات میں اضافہ ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں پُرسکون نیند نہیں آتی اور پورا دن تناؤ میں گزرتا ہے۔ واضح رہے، ماحول میں کسی بھی طرح کا شور نیند کا معیار متاثر کرنے کا باعث بنتا ہے، خواہ نیند کا دورانیہ طویل ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے سونے کے کمرے میں دبیز پردے لگوائیں، دروازے، کھڑکیاں بند رکھیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی آواز بھی ہلکی رکھی جائے۔ اگر آپ خاموشی کے فوائد سے آگاہ نہیں، تو صبح سویرے کسی پارک میں کچھ وقت گزاریں، خاموشی خود آپ سے روشناس ہوکر آپ کو اپنے فوائد سے آگاہ کرے گی۔

پریشانی نیند کی دشمن ہے، جو نیند کا معیار ہی نہیں، بلکہ دورانیہ بھی متاثر کردیتی ہے، لہٰذا پریشان ہونا چھوڑ دیں اور پُرسکون رہنا سیکھ لیں۔ اس ضمن میں سکون کا سہارا لیں۔ خود کو تناؤ سے دُور رکھنے کے لئے فطری مناظر جیسے ڈوبتا یا اُبھرتا سورج دیکھیں۔ اس موقعے پر شفق کے رنگوں میں ہونے والی تبدیلیوں پر غور کریں، سمندر یا دریا کے قریب جائیں، ان کی موجوں سے لطف اندوز ہوں۔ خوشگوار یادیں، لمحات اپنے ذہن میں تازہ رکھیں کہ ان کا تصور آپ کو تناؤ سے دُور اور آپ کی نیند کو بہتر کردے گا۔ صبح سویرے کسی باغ میں چلے جائیں۔ کچھ دیر چہل قدمی کے بعد اپنی آنکھیں بند کرکے سورج کی طرف رُخ کرلیں۔ پھر چند سیکنڈ کے لئے اپنی سانسیں روک کر خود کو کسی مجسمے کی مانند جامد کرلیں اور اپنے ذہن کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کردیں۔ پھر منہ کے ذریعے ایک گہرا سانس لے کر ناک سے خارج کریں۔ اس دوران تمام تر توجہ اپنی سانس کی طرف مرکوز رکھی جائے۔ کچھ ہی دیر بعد آپ کو اپنے اندر ایک خوشگوار اور توانائی سے بھرپور تبدیلی محسوس ہوگی۔ سانس کی یہ مشق آپ کو دن و رات کے اوقات میں نہ صرف تازہ دم رکھے گی، بلکہ دن میں کام کی جانب اور رات کو نیند کی طرف مائل کرنے کا سبب بھی بنے گی۔

بھرپور نیند کے لئے جہاں ماحول کا پُرسکون ہونا ضروری ہے، وہیں بستر بھی آرام دہ ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ منفی خیالات سے دُور رہیں۔ مثبت سوچیں اور دیکھنے کا زاویہ بھی مثبت رکھیں۔ تناؤ سے دُوری کے لئے سچ بولیں، نرم لہجے میں اچھے الفاظ سے گفتگو کریں۔ آنکھوں سے دنیا کی خوبصورتی دیکھیں، اپنے دل میں نہ صرف دوسروں کے لئے، بلکہ اپنے لئے بھی محبت کے جذبات رکھیں، اشتعال انگیزی سے دُور رہیں۔

ان ہدایات پر عمل آپ کو سکون کی دولت سے مالا مال کردے گا، جو پُرسکون نیند کا باعث بنے گا۔ ایک اور طریقہ جو نیند لانے کے لئے مؤثر ہے، وہ ہے تھکاوٹ۔ دراصل جسمانی طور پر تھک جانے کے نتیجے میں فطرت ہمیں خود بخود گہری نیند سلا دیتی ہے۔ تھکن سے چور ہوں، تو سولی ہو یا میدانِ جنگ، نیند آجاتی ہے۔ خود تنویمی کا عمل نیند کے لئے بے مثال ہوتا ہے۔ بستر پر لیٹ کر تمام عضلات ڈھیلا چھوڑ دیں، زیرِ لب آہستگی سے اپنے آپ کو ہدایات دیں ''تناؤ ختم کرو''، اس کے بعد آنکھوں کو ہدایت دیں ''پُرسکون رہو اور بند ہوجاؤ''، پھر اپنے ذہن کو ہدایت دیں ''پُرسکون ہوجاؤ، تفکرات سے دُور ہوجاؤ''، اب خود کو ہدایت دیں، ''میں پُرسکون ہوں، مجھے نیند آرہی ہے۔''

ان ہدایات کے بعد آہستہ آہستہ آپ کو نیند آنے لگے گی۔ کم یا زیادہ درجہ حرارت بھی نیند پر اثر انداز ہوتا ہے، تو خالی پیٹ سونے سے نیند کی مقدار کم ہوتی ہے۔ کافی چائے، نشہ آور اشیاء اور خواب آور ادویہ سے بھی پرہیز کریں۔ خواب آور ادویہ کا استعمال ابتداء میں تو بہتر محسوس ہوتا ہے، لیکن عادی ہونے کے بعد ان کے مضر اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اَن گنت افراد مسکن ادویہ کے استعمال کے باوجود بھی نیند کی کمی کی شکایت کرتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے معالج خواب آور دوا تجویز کرے، تو اپنی مرضی سے اس کی مقدار میں کمی بیشی نہ کی جائے۔ رات سونے سے قبل ایک گلاس نیم گرم دودھ پییں کہ یہ بھی نیند لانے میں اکسیر ثابت ہوتا ہے۔ دراصل دودھ میں ''Tryptophan'' پایا جاتا ہے، جو قدرتی مسکن ہے۔ دودھ ہی کی طرح دہی کا استعمال بھی نیند لانے میں مفید ہے۔ رات سوتے وقت اللہ کو یاد کریں، نیند کی دعا اردو ترجمے کے ساتھ پڑھیں کہ یہ اعصاب کو نرم اور پُرسکون بناتی ہے، جو نیند کا خاصہ ہے۔ (ڈاکٹر عبدالتوحید)

Volume:63/73,Issue:12 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

خود نمائی کے لیے ترکیب تھی اچھی بہت
لوگ سب خاموش تھے وہ کچھ نہ کچھ کہتا رہا

(حکیم منظور)

برونائی: ایک متمول مسلم ریاست؛ نہ کوئی انکم ٹیکس، نہ کوئی قرضہ

دنیا کے نقشے پر برونائی ایک ایسا ملک ہے جہاں کے باشندوں کو کوئی انکم ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑتا اور نہ اس ملک پر کوئی قرضہ ہے۔ دنیا کے دیگر بہت سے ممالک کے برعکس نہ تو کوئی معاشی بحران، نہ ہی وبائی مرض اور نہ ہی یوکرین جنگ چھوٹے سے ملک برونائی کی معیشت پر کچھ خاص منفی اثر ڈال سکا ہے۔

برونائی دارالسلام براعظم ایشیا کے مشرقی جانب، جزائر شرق الہند میں واقع ایک مسلم ملک ہے۔ برونائی کو سرکاری طور پر دی نیشن آف برونائی، دی ایڈوب آف پیس کہا جاتا ہے۔ جنوبی بحیرہ چین کے ساحل کے علاوہ یہ پوری کی پوری ملائیشیا کی ریاست ساراوک سے گھری ہوئی ہے۔ بورنیو کے جزیرے پر واقع یہ واحد خودمختار ریاست ہے جبکہ باقی جزیرہ انڈونیشیا اور ملائیشیا کا حصہ ہے۔ بورنیو کی کل آبادی 408786 نفوس پر مشتمل ہے۔

کورونا کی وبا کے دوران دنیا کے بڑے بڑے ممالک عوام کی فلاح کے لیے مختص رقم کو وبا سے نمٹنے کے لیے استعمال کرنے پر مجبور ہوئے، تو اُس وقت بھی برونائی وہ ملک تھا جس کے قرض کا تناسب مجموعی قومی آمدنی کے مقابلے میں انتہائی کم تھا یعنی صرف 1.9 فیصد۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ قرض کا جی ڈی پی کے تناسب سے کم ہونا کسی ملک کی صحت مند معیشت کی نشاندہی کرے۔ بہت سے ترقی پذیر ممالک میں بھی قرض کا تناسب جی ڈی پی سے کم ہے مگر اُس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک پر چڑھے قرض کی سطح کم ہے مگر ساتھ ساتھ ویلتھ کریئیشن کی بھی۔ تاہم برونائی میں ایسا نہیں ہے، یہ چھوٹی سی ریاست اپنے تیل اور گیس کے وافر ذخائر کی بدولت دنیا میں اعلیٰ ترین معیار زندگی کے حامل ممالک میں سے ایک ہے، یہ دنیا کا چوتھا امیر ترین ملک ہے۔

برونائی میں سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز میں معاشیات کے پروفیسر الریچ وولز کے مطابق برونائی ایک پیٹرو سٹیٹ (ایسی ریاست جس کی معیشت کا دارومدار تیل اور گیس سے حاصل ہونے والی آمدنی پر ہو) ہے۔ خام تیل اور قدرتی گیس کی پیداوار اس کے جی ڈی پی کا تقریباً 90 فیصد ہے۔ ایک اندازے کے مطابق برونائی کے پاس 2017 کے آخر میں 1,100 ملین بیرل تیل کے ذخائر موجود تھے، جو تیل کے عالمی ذخائر کا 0.1 فیصد ہے۔ جبکہ اس ملک کے پاس 2.6 کھرب کیوبک میٹر گیس کے ذخائر بھی ہیں جو گیس کے عالمی ذخائر کا 0.13 فیصد سے کچھ زیادہ ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا میں جزیرہ بورنیو کے شمالی ساحل پر واقع برونائی کی سرحدیں ملائیشیا اور انڈونیشیا کے ساتھ ملتی ہے۔ اس کے شاہی خاندان کے افراد، جن کی سربراہی ریاست کے سربراہ سلطان حسن البلقیہ کرتے ہیں، بے پناہ دولت کے مالک ہیں۔

برونائی کے شہری انکم ٹیکس ادا نہیں کرتے اور حکومت اپنے شہریوں کو یونیورسٹی کی سطح تک مفت تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ اور اس ملک کا دارالحکومت ایک صاف ستھرا اور پُرسکون شہر ہے۔ اس کے علاوہ برونائی کے سلطان، جو عوام میں کافی مقبول ہیں، گاہے بگاہے مختلف سرکاری سکیموں کے تحت مستحق شہریوں میں پلاٹ اور مکان بانٹتے رہتے ہیں تاکہ شہریوں کو رہائش کا کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو۔ یہ آبادی کے لحاظ سے ایک چھوٹا ملک ہے، اس کی آبادی پانچ لاکھ بھی نہیں اور اس ملک کا مجموعی رقبہ 5700 سکوائر کلومیٹر تک محدود ہے۔ برونائی پر اتنے کم قرض کی ایک وجہ ہائیڈروکاربن کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ہے۔

جنوب ایشیائی ریاستوں میں سنگاپور کے بعد برونائی انسانی ترقی کے اعشاریئے میں دوسرے نمبر پر آتا ہے اور اسے ترقی یافتہ ملک مانا جاتا ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے مطابق برونائی میں فی کس قوت خرید دنیا میں پانچویں نمبر پر ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے مطابق لیبیا کے علاوہ برونائی دنیا کا دوسرا ملک ہے جہاں قرضے قومی آمدنی کا صفر فیصد ہیں۔ فوربس کے مطابق برونائی 182 ممالک میں 5 ویں امیر ترین ملک ہے۔

الریچ وولز کے مطابق اس صورتحال کے باعث برونائی نے وقت کے ساتھ ملک میں بڑے مالیاتی ذخائر قائم ہیں جو مشکل صورتحال میں حکومت کو مالی اعانت فراہم کرتے ہیں اور حکومت قرض حاصل کرنے کی جانب نہیں جاتی۔ سادہ الفاظ میں برونائی کی معیشت کافی چھوٹی ہے جس کا زیادہ دارومدار خطے کے دیگر ممالک پر نہیں ہے۔ پروفیسر وولز کہتے ہیں کہ اپنے فوسل فیول کی برآمدات کی بدولت برونائی ایک بڑا کرنٹ اکاؤنٹ سرپلس رکھتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ ملک باقی دنیا کے لیے خالص قرض دہندہ ہے مگر دوسری جانب اسے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ برونائی اپنی تیل کی صنعت کی بدولت غیر ملکی قرضوں سے پاک ایک نایاب ملک ہے جو اپنے بینکوں اور حکومتی خزانوں کے لیے بھاری رقوم پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جب کہ دنیا کے باقی ممالک کو غیر ملکی قرض دہندگان کی مالی اعانت پر زیادہ یا کم حد تک انحصار کرنا ہوتا ہے تو وہیں برونائی کی حکومت اپنے ہی بینکوں سے حاصل ہونے والے قرضوں سے اپنا سسٹم چلاتی ہے۔ برونائی کی معیشت کا ایک فائدہ مند پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کو اپنے نجی قرضوں کی ادائیگی کے لیے غیر ملکی کرنسی خریدنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور دوسرا پہلو یہ کہ حکومت اور اس کی معیشت منافع اور ٹیکس کو اپنی معیشت کے اندر رکھتی ہے۔

موڈیز اینالیٹکس کے ماہر اقتصادیات ایرک چیانگ کا کہنا ہے کہ موثر مالیاتی انتظام برونائی کی حکومت کے لیے ایک مستقل ترجیح رہی ہے، اور وہ یہ سب اپنے شہریوں اور کاروباروں پر کم سے کم مالیاتی دباؤ رکھتے ہوئے کرتی ہے۔

برونائی مسلسل کرنٹ اکاؤنٹ سرپلس چلاتا ہے، جس سے اس کے غیر ملکی قرضوں کی مالی اعانت میں مدد ملی ہے۔ حالیہ برسوں میں قرض لینے کے اخراجات نسبتاً کم رہے ہیں اور اس سے قوم کو عوامی اخراجات کو کم کرنے کے لیے کفایت شعاری کے اقدامات کا سہارا لیے بغیر قرض کی خدمات کو کم سے کم رکھنے کی اجازت ملتی ہے، تاہم اپنی معیشت کو متنوع بنانے کی کوششوں کے باوجود برونائی کو اہم مالی خطرات کا سامنا ہے کیونکہ عالمی معیشت ''ڈی کاربونائز'' ہو رہی ہے۔

تکنیکی ماہرین خبردار کرتے ہیں کہ گیس اور تیل کے شعبے پر کسی ملک کا بہت زیادہ انحصار ملک کی فلنکشنگ پر گہرا اثر ڈال سکتا ہے کیونکہ توانائی کے عالمی ماڈل کی تبدیلی کا عمل مسلسل وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

یاد رہے کہ برونائی کو مکمل آزادی 1984 میں ملی تھی اس سے قبل یہ برطانیہ کی کالونی تھا۔ برونائی کے سلطان حسن البلقیہ کا شمار قدیم ترین مطلق العنان بادشاہوں کے خاندان سے ہے۔ اور یہ ان چند باقی ماندہ ممالک میں ہے جہاں آج بھی بادشاہت کا نظام رائج ہے۔ ان کے والد حاجی عمر علی سیف الدین کی دستبرداری کے بعد سلطان حسن البلقیہ اگست 1968 میں بادشاہ بنے تھے۔ 1984 میں برونائی کی آزادی کے بعد انھوں نے خود کو وزیر اعظم مقرر کیا اور 1991 میں ملائی مسلم بادشاہت کے نام سے ایک نظریہ متعارف کرایا، جس کے تحت بادشاہ کو ''عقیدے کے محافظ'' کے طور پر پیش کیا گیا۔

برونائی کی سرکاری زبان مالے ہے۔ سرکاری طور پر برونائی کا مذہب اسلام ہے اور دو تہائی آبادی مسلمان ہے۔ دیگر مذاہب میں بدھ مت، مسیحیت وغیرہ شامل ہیں۔ برونائی میں مالے ثقافت پائی جاتی ہے اور اس پر اسلام کا گہرا اثر ہے۔ 2014 میں برونائی پہلا مشرقی ایشیائی ملک بن گیا جس نے اسلامی شرعی نظام کو اپنایا، شرعی ریاست ہونے کی وجہ سے شراب کی خرید و فروخت اور استعمال ممنوع ہے۔ غیر ملکی اپنے استعمال کے لیے دوسرے ممالک سے محدود مقدار میں شراب لا سکتے ہیں۔ لیکن 2019 میں سخت بین الاقوامی تنقید اور بائیکاٹ جیسی صورتحال کا سامنا کرنے کے بعد برونائی زنا جیسے جرائم کے مجرموں کو سنگسار کرنے کی سزا دینے کے اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹ گیا۔ اگرچہ برونائی میں چند جرائم کی پاداش میں موت کی سزا دینے کا قانون اب بھی موجود ہے تاہم 1957 کے بعد سے کبھی کسی کو یہ سزا نہیں دی گئی۔ (بحوالہ بی بی سی لندن)

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ ***www.imaratshariah.com*** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-20/03/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, *E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,*

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے